روشنی

(دوم)

اردو کی معاون درسی کتاب دسویں جماعت کے لیے

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پٹنہ

Scanned by CamScanner

محکمۂ فروغ وسائلِ انسانی (H.R.D)، حکومتِ بہار سے منظور

(صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق و تربیت (SCERT)، پٹنہ کے تعاون سے پورے صوبۂ بہار کے لیے)

© بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ

پہلی اشاعت : 2010

قیمت : Rs. 17.00

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک کارپوریشن لمیٹڈ، پاٹھیہ پستک بھون، بدھ مارگ، پٹنہ 800001 کے ذریعہ
شائع اور نیو فائن آرٹ آفسیٹ، پٹنہ میں
Size : 24x18cm ۔ 50,000 کاپیاں چھاپی گئیں۔

Scanned by CamScanner

اپنی بات

ریاستی کاؤنسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت نے دو برسوں کے اندر نویں، گیارہویں اور بارہویں تین جماعتوں کے لیے کتابیں تیار کرائی ہے۔ اس طرح یہ ادارہ اپنے نشانہ کی تعیین کے مطابق اس کی تکمیل میں بطور احسن کامیاب رہا۔ اب دسویں جماعت کی دوسری درسی و سپلمنٹری کتابیں بھی اسی ادارہ کے ذریعہ تیار ہونے کے بعد طباعت و اشاعت کے مراحل طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے قومی سطح پر نصاب میں یکسانیت لانے کی غرض سے معیاری نصاب تعلیم تیار کیا گیا ہے اور اس کے مطابق ماہرین کی جماعتوں کے ذریعہ تمام مضامین کی کتابیں تیار کرائی جارہی ہیں۔ معیاری نصاب کے مطابق عمدہ کتابوں سے نہ صرف طلبا و طالبات کی دلچسپی میں اضافہ ہوگا بلکہ معلمین حضرات کی آسانیوں کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے اور متعلقہ ضروری مواد فراہم کر دیے گئے ہیں تا کہ تدریس وتعلیم کا معیار بلند تر ہو سکے۔ مجھے قوی امید ہے کہ نئی کتابیں ان مقاصد کو پورا کریں گی۔

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ کی جانب سے میں ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی کے ڈائرکٹر، بہار سکنڈری اسکول اکزامنیشن بورڈ کے ڈائرکٹر (اکادمک) اور نصاب و درسی کتاب کمیٹی کے اکادمک کوآرڈی نیٹر کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی خاص توجہ اور سعیِ بلیغ سے مضامین کے ماہرین کی بہتر جماعت کے تعاون سے کتابیں تیار کرائی جاسکیں۔ میں اُن ماہرین کا بھی شکریہ گزار ہوں۔

میری گزارش ہے کہ کتاب میں جہاں کہیں کوئی نقص نظر آئے تو ہمیں اس کی اطلاع ضرور دیں تا کہ آئندہ اشاعت میں ان کا ازالہ اور ان کی اصلاح کی جاسکے۔

مینیجنگ ڈائرکٹر

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پٹنہ

Scanned by CamScanner

چند الفاظ نئے نصاب اور معاون درسی کتاب کے بارے میں

دسویں درجہ کے لیے اردو کی کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں بہار کے اردو زبان کے دانش وروں کی ایک ٹیم نے چھ ماہ کی مدت تک شب و روز عرق ریزی کی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ دسویں درجہ کے طلبا کے ذہنی معیار کے پیش نظر تمام اصناف ادب سے نئے نئے اسباق شامل کیے جائیں اور طلبا کے لیے کارآمد متن کی تلاش کی جائے۔ متن کے انتخاب میں بھی اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ طلبا اور اساتذہ کو درس و تدریس کے دوران جدت اور تازگی کا احساس ہو اور طلبہ کے ذہن میں اردو زبان دانی کا ذوق و شوق پیدا ہو۔

درسی کتابوں کی ترتیب اور متن کے انتخاب میں مرتبین کا میلان روایتی رہا ہے۔ اس میلان سے قدرے انحراف کرتے ہوئے متن کے انتخاب و ترتیب میں جدید دور، بدلتے ہوئے تعلیمی ذوق وغیرہ عوامل کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ طلبا نہ صرف یہ کہ تعلیمی مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات سے اپنے آپ کو ذہنی طور پر ہم آہنگ کر سکیں اور وہ اپنے عہد کی زبان سے اچھی طرح روشناس ہو جائیں۔ کیوں کہ گذرتے ہوئے وقت اور بدلے ہوئے حالات میں زبان کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔

زیر نظر معاون درسی کتاب 'روشنی۔ دوم' کے نام سے ہے جو دسویں درجہ کی درسی کتاب 'درخشاں۔ دوم' کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کی پیشکش کا مقصد طلبا کے اندر اضافی مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کرنا ہے۔ اس کتاب میں ہندوستانی ادب کا تصور کے عنوان سے ہندوستان کی ادبی و لسانی تہذیب، یکجہتی اور قومیت کی تاریخ کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف زبانوں کے ادب سے افسانے اور نظمیں بھی شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ 'روشنی' نام کی یہ کتاب ہندوستانی ادب کے تصور پر مختصراً مگر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔

کتاب کی ترتیب و تزئین میں اردو کے دانشوروں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ان سے ہمارا وقار بلند ہوا ہے۔ مختلف زبانوں کے علاوہ اردو کی اس کتاب کو بھی پوری عرق ریزی کے ساتھ شعبہ لسانیات کے

Scanned by CamScanner

صدر ڈاکٹر قاسم خورشید اور دوسرے معاونین نے بے حد اہم بنادیا ہے۔ ہم تمام اراکین کے خصوصی طور پر ممنون ہیں۔

اس طرح کتاب کی ترتیب میں موضوعات کے انتخاب اور ہمارے طویل مدتی مقاصد کو اگر ہمارے ذہین طلبا نے سمجھ لیا تو اس کو ہم اپنی کامیابی تصور کریں گے۔

حسن وارث

ڈائرکٹر

ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار، (پٹنہ)

Scanned by CamScanner

زیر سرپرستی

حسن وارث، ڈائرکٹر، ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، بہار

رگھوونش کمار، ڈائرکٹر (اکادمک)، بہار اسکول اگزامنیشن بورڈ، (سینیر سکنڈری)، پٹنہ

ڈاکٹر قاسم خورشید، صدر، لینگویجز ڈپارٹمنٹ، ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، بہار

ڈاکٹر سید عبدالمعین، صدر، ٹیچر ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ، ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، بہار

مرتبین

پروفیسر علیم اللہ حالی، سابق صدر شعبۂ اردو، مگدھ یونی ورسٹی، بودھ گیا

ڈاکٹر فرزانہ اسلم، ریڈر، شعبۂ اردو، اروند مہیلا کالج، پٹنہ

محمد افتخار اکبر، استاد، آر جے ہائی اسکول، کیوٹی، دربھنگہ

فخرالدین عارفی، استاد، جھیتر یہ ہائی اسکول، فتح پور، پٹنہ

حسن احمد، لائبریرین، گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ

ڈاکٹر نثار احمد فیضی، استاد، (اردو) ڈاکٹر ذاکر حسین انٹر کالج، سلطان گنج، بہار

نشاط فاطمہ، پانا پور، استانی ہائی اسکول، حاجی پور، ویشالی

نظر ثانی

پروفیسر اسرائیل رضا، شعبۂ اردو، پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ

پروفیسر احمد رضی قیصر، سابق صدر، شعبۂ اردو، ڈی سی کالج، حاجی پور، ویشالی

اکادمک تعاون

امتیاز عالم، لکچرر، لینگویجز ڈپارٹمنٹ، ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، بہار

Scanned by CamScanner

فہرست

مقالہ

• ہندوستانی ادب کا تصور	ماخوذ	1

افسانے

• سکنڈ ہینڈ	ویکوم محمد بشیر	18
• واترک کے کنارے	پنالال پٹیل	24
• سورج کا گھوڑا	انت مورتی	30
• ارجن	مہاشویتا دیوی	61
• خالی صندوق	اندرا گوسوامی	71
• انگریز یا بابو	ہری موہن جھا	76

نظمیں

• وارث شاہ سے	امریتا پریتم	85
• دیئے	ارون کولہٹکر	87
• بارش کی ایک صبح	سیتا کانت مہاپاترا	89
• انسان	شیشندر شرما	91
• وہ ملاقات	کے۔ سچیدانند	94

Scanned by CamScanner

ہندوستانی ادب کا تصور

ہندوستان ایک کثیر لسانی ملک ہے یہاں کم از کم چار خاندان السنہ یعنی ہند۔ یوروپی، دراویڈی، تبت۔چینی اور آسٹرک سے وابستہ زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ ان کے رسم الخط بھی الگ الگ ہیں اور جغرافیائی علاقے بھی مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود ان زبانوں میں ادب کی جو تخلیق ہو رہی ہے اس سے بحیثیت مجموعی ہندوستانی ادب کا ایک واضح تصور ابھر کر سامنے آتا ہے۔ یہ تصور دراصل ہندوستان کی ادبی و لسانی تہذیب، یکجہتی اور قومیت کا مظہر ہے۔ جس طرح مختلف رنگ و نسل، تہذیب و زبان اور مذہب و عقائد کے باوجود تمام لوگ آپس میں قومیت کے لحاظ سے ہندوستانی ہیں، اسی طرح الگ الگ رسم الخط، زبان اور علاقے کے باوجود ان زبانوں کا تخلیقی ادب بھی ایک ہندوستانی ادب کا تصور پیش کرتا ہے۔

حصول آزادی کے بعد ہندوستان میں علاقائیت کے بڑھتے رجحان اور لسانی اعتبار سے الگ الگ ریاستوں کی تشکیل کے باوجود ہندوستان کی مختلف زبانوں میں ادب کی جو تخلیق ہو رہی ہے اس سے ہندوستانی ادب کی وحدت کے تصور کو تقویت ملی ہے۔ ہر ملک کے زبان و ادب میں اس ملک کی تہذیب و تمدن کی عکاسی ہوتی ہے۔ ہندوستانی ادب کی تخلیقی بنیاد بھی یہاں کی تہذیبی یکجہتی پر مبنی ہے۔ خواہ اردو ہو، جو مشترکہ تہذیب کی زبان ہے، یا پھر ہندی، بنگلہ، سنسکرت، اڑیا، تمل، تیلگو، ملیالم، کشمیری، ڈوگری، منی پوری، بورو، آسامی وغیرہ، غرض تمام زبانوں کے ادبیات میں اسی لسانی و تہذیبی وحدت کی ہی عکاسی ملتی ہے۔ ہندوستان کے باشندوں میں ظاہری طور پر خواہ جتنے بھی اختلافات ہوں لیکن بحیثیت ایک قوم سبھوں کی ذہنیت، سوچ، فکر، طرز اور عمل یکساں ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہندوستان کی تہذیبی یکجہتی کی مثال تو پیش کرتی ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ ان ہندوستانی زبانوں کے ادبیات میں منعکس ہو کر ایک واضح ہندوستانی ادب کو بھی متشکل کرتی ہے۔

آئین ہند میں جو ہندوستانی زبانیں درج ہیں، ان میں ہندی، اردو، آسامی، اڑیا، کنڑ، کشمیری، کونکنی،

Scanned by CamScanner

گجراتی، ڈوگری، تمل، تیلگو، نیپالی، پنجابی، بنگلہ، بورو، منی پوری، مراٹھی، ملیالم، میتھلی، سنتھالی، سنسکرت، سندھی وغیرہ ہیں۔ انگریزی بین الاقوامی زبان ہے جبکہ ہندی ملک کی قومی زبان ہے اور اردو زبان بھی کم و بیش ملک کے تمام حصوں میں بولی جاتی ہے اور بعض ریاستوں میں یہ دوسری سرکاری زبان ہے۔ بشمول عربی و فارسی دیگر زبانیں بھی ملک کے مخصوص خطوں، حلقوں اور علاقوں میں کثرت سے نہ صرف بولی جاتی ہیں بلکہ ان میں ادب کی بھی تخلیق ہورہی ہے۔ بعض زبانیں اتنی ترقی یافتہ ہوگئی ہیں اور ان کا اتنا اچھا خاصا بیش قیمت سرمایہ جمع ہوگیا ہے کہ ان کے ادبیات کو بہ آسانی مغربی ادبیات کے تقابل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں بعض ہندوستانی زبانوں کے ادبیات کا مختصراً تعارف پیش کیا جارہا ہے جن سے رنگا رنگ پھولوں سے سجے اور نکہت و نور میں بسے ایک خوشنما گلدستے کی شکل میں ہندوستانی ادب کا واضح تصور اجاگر ہوتا ہے۔

ہندی ادب : ہندی زبان کھڑی بولی سے نکلی ہے جس کا ماخذ شورسینی اپ بھرنش ہے۔ یہ ہندوستان کی قومی زبان ہے۔ لفظ 'ہندی' فارسی زبان کا لفظ ہے۔ ایران کے لوگ حرف 'س' کا تلفظ 'ہ' کرتے تھے، اسی لئے انہوں نے دریائے سندھ کے آس پاس کے علاقے کو 'ہند' اور یہاں کے رہنے والے لوگوں کو 'ہندی' کہا۔ بعد میں پورے ہندوستان کے لئے 'ہند' اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے 'ہندی' لفظ کا استعمال ہونے لگا۔

ہندی ادب کے آغاز کا زمانہ 933ء مانا جاتا ہے۔ یہ راجہ بھوج کا عہد تھا۔ ہندی ادب کو چار خصوصی ادوار یعنی ویر گاتھا کال یا آدی کال، بھگتی کال، ریتی کال اور آدھونک کال میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہندی کے پہلے شاعر آچاریہ سرہپار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ودیاپتی، امیر خسرو، کبیر، گورکھ ناتھ، چورنگی ناتھ، سوئمبھو، پشپ دنت، چندر برداری، عبدالرحمٰن، وغیرہ ہندی کے قدیم شاعروں میں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ملک محمد جائسی، قطبن، عثمان شیخ نبی، قسم شاہ، نور محمد، ملا داؤد، بلبھ آچاریہ، سورداس، تلسی داس، میرابائی، رس خان، نروتم داس، والمیکی، کالی داس، سوم ناتھ وغیرہ ہندی ادب کے بھگتی کال کے اور ریتی کال کے اہم شعرا ہیں۔

ہندی ادب کا جدید دور 1803ء میں نثری ادب سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں منشی سدا سکھ لال، سید انشاء اللہ خاں، للو لال، سدل مشر وغیرہ نے ہندی نثر کو فروغ دیا۔ ان میں سے بیشتر فورٹ ولیم کالج، کلکتہ سے وابستہ تھے۔ یوں تو ان مشہور نثر نگاروں سے ہندی کے نثری ادب کا آغاز ہوا۔ لیکن باقاعدہ اور باضابطہ طور پر

Scanned by CamScanner

بھارتیندو ہرش چندر کو ہی اس کے آغاز کا سہرا حاصل ہے۔

اردو ادب : ہندی کی طرح اردو بھی کھڑی بولی کی پیداوار ہے۔ اس لئے اردو اور ہندی کو دو سگی بہنیں کہا جاتا ہے۔ یہ خالص ہندوستانی زبان ہے اور مشترکہ تہذیب کی علامت ہے۔ پنڈت دتاتر یہ کیفی نے اردو کو سنسکرت کا لفظ قرار دیا ہے جو دو الفاظ اُر+دو کے مرکب سے بنا ہے۔ سنسکرت میں 'اُر' کے معنی سینہ یا دل اور دو کے معنی دو ہیں۔ یعنی اردو دو دلوں کی زبان ہے۔ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو قوموں کی اکثریت ہے۔ انہیں دو قوموں کے آپسی میل جول سے اردو کی پیدائش ہوئی ہے۔ اسی لئے اردو کو مشترکہ تہذیب کی زبان کہا جاتا ہے۔

اردو کی ابتدائی پرورش و پرداخت صوفیوں کی آغوش میں ہوئی۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، بابا فرید گنج شکر، خواجہ بختیار کاکی، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت امیر خسرو، شیخ عین الدین گنج العلم جیسے بزرگان دین اور صوفیائے کرام نے اس زبان کی آبیاری کی۔ اس سلسلے میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب 'اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ جب اردو چلنے پھرنے لائق ہوئی تو یہ شعرا کرام کی منظور نظر بن گئی۔ مسعود سعد سلمان اس زبان کے پہلے شاعر ہیں لیکن ان کا کلام دستیاب نہیں ہے۔ لہذا حضرت امیر خسرو کو ہی اردو کا پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جن کی مشہور غزل کا مطلع یہ ہے۔

زحال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں، بنائے بتیاں

کہ تابِ ہجراں نہ دارم، اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

اس طرح اردو شاعروں کی محبوب زبان بن گئی۔ حالات بھی سازگار ملے۔ دکن میں بہمنی، قطب شاہی اور عادل شاہی سلطنتوں کے دوران اس زبان کی خوب خوب پذیرائی ہوئی۔ اردو شاعری کے پہلے دبستان کا سہرا دکن کو ہی حاصل ہے۔ حیدر آباد، بیجا پور، گولکنڈہ وغیرہ اردو کے اہم ادبی مراکز رہے۔ دبستان دکن میں غزل کے علاوہ مثنوی اور مرثیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ اس دبستان کے اہم شعرا میں شاہ میراں جی، ولی دکنی، سراج دکنی، قلی قطب شاہ، غواصی، ملا وجہی، نصرتی وغیرہ ہیں۔ غرض یہ کہ دکن میں اردو زبان نے باقاعدہ ایک ادبی حیثیت اختیار کرلی۔ پھر اردو ادب نے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں بھی اس نے دبستان کی شکل اختیار کرلی۔ اس دبستان کو فروغ دینے والوں میں شاہ حاتم، آبرو، جانم، مضمون، سراج الدین علی

Scanned by CamScanner

خاں آرزو، فائز دہلوی، مظہر جان جاناں، میر، سودا، درد، نظیر اکبر آبادی، غالب، مومن، ذوق، میر حسن وغیرہ کے اسمائے گرامی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ دہلی کی تباہی کے بعد اس کا ادبی مرکز لکھنؤ منتقل ہو گیا جہاں آتش، ناسخ، انیس، دبیر، نواب مرزا شوق، جرأت، پنڈت دیا شنکر نسیم وغیرہ نامی گرامی شعراء نے اس زبان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دبستان لکھنو کی شمع روشن کی۔ اس کے بعد اردو ادب کے عہد جدید کا آغاز ہوتا ہے۔ حسرت موہانی، اقبال، چکبست، شاد عظیم آبادی، مجاز، فراق، جگر، اصغر، جوش، فیض، جمیل مظہری، علی سردار جعفری، مخدوم محی الدی، ن۔ م۔ راشد، اختر شیرانی، اختر الایمان، کلیم عاجز، شہر یار، ناصر کاظمی، احمد فراز، احمد ندیم قاسمی، پروین شاکر، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، لطف الرحمٰن، سلطان اختر، مظہر امام، سرور جہان آبادی، شان الرحمٰن، مخمور سعیدی، قاسم خورشید وغیرہ نے اردو کے شعری سرمایہ میں گرانقدر اضافے کئے جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ غرض ادب کی تمام شعری و نثری اصناف کو اردو نے گلے لگا کر اسے جامعیت عطا کردی ہے۔ اردو ادب تغیر پذیر معاشرہ میں نئے نئے ادبی تحریکات و رجحانات سے بھی ہمکنار رہا ہے۔ اصلاحی، رومانی، ترقی پسند، جدیدیت اور اب مابعد جدیدیت غرض ہر عہد میں زمانے کا ساتھ دیتے ہوئے اردو ادب نے اپنا ارتقائی سفر جاری رکھا ہے۔

شاعری کی طرح اردو کا نثری ادب بھی بیش قیمت سرمایہ سے مالا مال ہے۔ اردو نثر کا آغاز گیارہویں صدی میں ہوا۔ شیخ عین الدین گنج العلم کے یہاں اردو کا قدیم نسخہ ملتا ہے۔ شاہ محمد حسینی کی کتاب 'معراج العاشقین' اردو کی پہلی باضابطہ نثری کتاب ہے۔ اس کتاب کو پہلے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب کیا جاتا رہا ہے لیکن یہ دراصل شاہ محمد حسینی کی تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ عبدالرحمٰن حسینی نے بھی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف 'نشاط العشق' کا ترجمہ اردو میں کیا۔ شاہ شمس العشاق نے بھی تین کتابیں لکھ کر اردو کے ابتدائی نثری سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا۔ میراں جی یعقوب، سید محمد قادری، سید شاہ میر وغیرہ دکنی نثر نگاروں کی لکھی ہوئی زیادہ تر کتابیں گو کہ ادبی نوعیت کے لحاظ سے زیادہ اہم نہیں ہیں، لیکن ان سے اردو کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔ شمالی ہند کے اردو نثر نگاروں میں فضل علی فضلی، انشا، میر عطا حسین خاں تحسین، عوض زریں، میر امن، شیر علی افسوس، میر بہادر علی حسینی، حیدر بخش حیدری، نہال چند لاہوری وغیرہ اہم ہیں، جن کے تراجم اور تخلیقی عمل سے اردو کے نثری ادب کو توانائی حاصل ہوئی۔ ان کے علاوہ اردو کے نمائندہ نثر نگاروں میں رجب علی بیگ سرور، مرزا غالب، سرسید احمد

Scanned by CamScanner

خاں، منشی سجاد حسین، محمد حسین آزاد، شبلی، حالی، ذکاء اللہ، نواب محسن الملک، چراغ علی، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ شامل ہیں۔ اردو تنقید و تحقیق میں مولوی عبدالحق، عبادت بریلوی، کلیم الدین احمد، نواب امداد امام اثر، حالی، قاضی عبدالودود، مسعود حسین رضوی، مسعود حسین خاں، نصیر الدین ہاشمی، محمود شیرانی، وزیر آغا، بابو رام سکسینہ، سید اعجاز حسین، جمیل جالبی، احتشام حسین، آل احمد سرور، شکیل الرحمٰن، اختر اورینوی، قمر رئیس، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، وہاب اشرفی، سیدہ جعفر، لطف الرحمٰن، ممتاز احمد، قمر اعظم ہاشمی، ابوالکلام قاسمی، محمد حسن، وارث علوی، شارب ردولوی وغیرہ کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اردو فکشن میں ڈپٹی نذیر احمد، پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا ہادی رسوا، پریم چند، قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، عزیز احمد، انتظار حسین، جوگندر پال، عبداللہ حسین، رشیدۃ النسا، منٹو، کرشن چندر، بیدی، عصمت چغتائی، سہیل عظیم آبادی، اختر اورینوی، شکیلہ اختر، محسن عظیم آبادی، غیاث احمد گدی، الیاس احمد گدی، کلام حیدری، ذکی انور، پیغام آفاقی، مشرف عالم ذوقی، ظفر اوگانوی، عبدالصمد، حسین الحق، غضنفر، شموئل احمد، شوکت حیات، قاسم خورشید وغیرہ نے اس فن کو معراج کمال عطا کیا۔

اس کے علاوہ طنز و مزاح میں منشی سجاد حسین، پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی، کنہیا لال کپور، فکر تونسوی، احمد جمال پاشا، حسنین عظیم آبادی، مجتبیٰ حسین، شاہد احمد دہلوی، ڈراما میں امانت لکھنوی، امتیاز علی تاج، آغا حشر کاشمیری، محمد مجیب، محمد حسن، عابد حسین، قاسم خورشید وغیرہ نامی گرامی شخصیات ہیں، جن سے ان اصناف کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔ اردو ادب کا کارواں پورے آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اردو ادب اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں یہ کھڑے ہو کر دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ادب کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

تمل ادب : تمل انتہائی قدیم زبان ہے اور اس کا ادب بھی اسی قدر بہت پرانا ہے۔ اس لئے اس کے آغاز کے متعلق قطعی طور پر کچھ بھی کہنا بہت مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمل ناڈو کا بہت بڑا جنوبی علاقہ سمندر میں غرقاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بہت ساری تمل تخلیقات بھی سمندر کی نذر ہو گئیں۔ بچی ہوئی تخلیقات میں ایک تخلیق ایسی ملی جس کے ابتدائی صفحات تباہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اس تخلیق یا اس کے تخلیق کار کے ناموں کا پتہ نہیں چل سکا۔ ماہرین نے اس تخلیق کو 'تولکاپیم' نام دیا، جس کے معنی ہیں بہت قدیم تخلیق۔ اسی بنیاد پر تخلیق کار کا نام بھی تولکاپیر دیا گیا بہر حال اس تخلیق کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوا کہ یہ تمل کی سب سے پہلی تخلیق نہیں ہے بلکہ اس

Scanned by CamScanner

سے قبل بھی بعض تخلیقات قلم بند کی گئی ہوں گی۔

تمل ادب کے ابتدائی دور میں تمل عوام میں مثل مشہور تھی کہ سبھی ہمارے اپنے ملک ہیں اور تمام بنی نوع انسان ہمارے بھائی بہن ہیں۔ اس سے بنی نوع انسان کے بارے میں تمل عوام کے نظریے کا پتہ چلتا ہے۔ بعد میں فرقہ وارانہ فساد کے سبب ان کا یہ نظریہ بدل گیا اور وہ تنگ نظری کے شکار ہو گئے۔ لیکن تروولوور، تو مولر، چنی وکوا چکر جیسے سادھو سنتوں نے اپنی تخلیقات کے توسط سے باہمی اشتراک وتعاون، ضبط وتحمل اور فرقہ وارانہ خیر سگالی کا جو درس دیا ہے، اس کا تمل عوام پر خاطر خواہ اثر پڑا، جس سے ان پر لگا یہ داغ دھل گیا۔ آزادی کے بعد انگریزی اور ہندی کے خلاف ان کی تحریک ضرور ہوئی تاہم سنجیدہ مواقع پر تمام آپسی اختلافات کو فراموش کر کے تمل عوام مملکت ہند کے ساتھ کامل یکجہتی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے ہی تمل عوام پورے ہندوستان کو اپنا ملک سمجھتے آئے ہیں اور اپنی تحریر وتقریر میں ہندوستانی زندگی کی ان قدروں اور آدرشوں کے تئیں محتاط رویہ اختیار کرتے رہے ہیں۔ سولہویں صدی میں تمل کے سنت شاعر کومر گرو پر سوامی جی کاشی تک گئے تھے اور وہاں مٹھ قائم کر کے قومی اتحاد کا پیغام دیا تھا۔ شاعر اعظم سبرامنیم بھارتی نے اپنی شعری زبان میں کہا کہ 'کوہ ہمالہ ہمارا ہے، بھارت کی سرزمین قدیم ہے، یہ مت بھولو کہ تم اس کی اولاد ہو'

غرض عظیم ہندوستان کو تملوں نے اپنا ہی گھر سمجھا اور وطن دوستی کو اپنا عظیم فریضہ تصور کیا اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عوام نے بھی تملوں کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ تمل ادب کا ان حقائق پر گہری نظر ہے۔ اپنے اس بنیادی نظریہ کے ساتھ تمل ادب روز افزوں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

تیلگو ادب : آندھرا پردیش جنوبی ہند کی ایک انتہائی خوش حال ریاست ہے۔ یہاں کی زبان تیلگو ہے۔ جدید ہندوستانی زبانوں میں اسے ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس کا ادبی سرمایہ نہایت وقیع اور جامع ہے۔ اس زبان کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا۔ تیلگو ایک نہایت ہی شیریں زبان ہے اس کے استعمال میں شہد جیسی مٹھاس ٹپکتی ہے۔ تیلگو میں شہد کو تینے کہا جاتا ہے۔ لاحقہ کے اضافے سے یہ تینو گو بنا۔ 'ل' اور 'ن' میں فرق نہ ہونے کے سبب لفظ 'تینوگو' تیلگو ہو گیا۔ تیلگو زبان کی طرح تیلگو ادب بھی بہت شیریں اور دلکش ہے۔ تیلگو ادب ایک ہزار سال قدیم ہے۔ تیلگو ادب کو دس ادوار میں بانٹا گیا ہے۔ جس کا آغاز 200 سال قبل مسیح سے ہوتا ہے۔ یہ ادوار کچھ

Scanned by CamScanner

اس طرح ہیں (۱) قبل نینا دور (۲) نینا دور (۳) شیوکوی دور (۴) تکن دور (۵) ایرنا دور (۶) شری ناتھ دور (۷) رائل دور (۸) جنوبی آندھر دور (۹) چھین دور (۱۰) جدید دور۔ ان ادوار میں شروع سے لے کر ایرنا دور تک ترجمے کا کام خصوصیت کے ساتھ ہوا۔ نینا دور کے ساتھ ہی تیلگو میں شعری تخلیق شروع ہوگئی۔ نینا ایک درباری شاعر تھا جس نے سنسکرت کے مہابھارت کا تیلگو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ تیلگو کی پہلی تخلیق مانی جاتی ہے۔ یہ زمانہ 1011ء کا ہے۔ تیلگو میں بہت بالیدہ ادب ملتا ہے۔ ہر صنف میں وافر ادبی سرمایہ دستیاب ہے۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں اقلیتی ادب کو فروغ حاصل ہوا۔ تیلگو میں یہ اقلیتی ادب صرف مسلمانوں تک ہی محدود رہا ہے۔ مسلم فرقہ کے جذبات و احساسات کی مایوسی اور بے چارگی، ان کے تئیں برتی جارہی ناانصافی، ان کی وفاداری اور قومیت پر شبہ کا اظہار، ان کی سماجی اور اقتصادی پسماندگی اس کے خاص موضوعات ہیں۔ قادر محی الدین، عمر علیسا، اسماعیل، شیخ قاسم، اخسر، حنیف یعقوب، رکن الدین، سلیم، محبوب، شیخ یوسف، شاہجہاں بیگم وغیرہ اقلیتی ادب کے اہم ادبا اور شعراء ہیں۔

تیلگو ادب ایک ہزار سال کا اپنا طویل ارتقائی سفر پورا کر چکا ہے۔ اس دوران تیلگو ادبا اور شعرا نہایت حساس رہے ہیں اور معاشرے پر ان کی گہری نظر رہی ہے۔ انہوں نے اپنے بالیدہ فن کے توسط سے سماج کی تعمیر و تشکیل کا سلسلہ جاری رکھا اور یہی وجہ ہے کہ آج تیلگو کا ادب کافی ترقی یافتہ ہے اور یہی خاصیت اسے ہندوستانی ادب میں ایک خاص مقام عطا کرتی ہے۔

ملیالم ادب : ملیالم ہندوستان کی مشہور ریاست کیرل کی زبان ہے۔ یہ ریاست کنیا کماری سے لے کر گوکرن تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس ریاست کو چوناڈو اور ملنڈو بھی کہتے ہیں۔ اسے ملناڈو کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ملیالم زبان میں 'ملا' کے معنی پہاڑ اور ناڈو کا مطلب دیش ہیں۔ اس طرح ملناڈو کی زبان ملیالم ہوگئی۔ اسی طرح چرناڈو نام پڑنے کی وجہ یہ مانی جاتی ہے کہ زمانہ قدیم میں یہاں چیرونش کے راجہ حکومت کرتے تھے اسی لئے اسے 'چیرنل' بھی کہتے ہیں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ چیرنل سے چیرل اور بعد میں 'چ'، 'ک' میں بدل گیا۔ اس طرح چیرل کیرل بن گیا۔ زمانہ قدیم میں اس ریاست کے لئے سنسکرت ادب میں 'کیرکم' لفظ کا استعمال ہوتا تھا۔

Scanned by CamScanner

ملیالم زبان کی پیدائش کے بارے میں چار نظریات ہیں۔ پہلا نظریہ یہ ہے کہ یہ زبان سنسکرت سے نکلی ہے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ ملیالم سنسکرت اور تمل کی آمیزش سے بنی ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ یہ ملیالم زبان تمل کی ذیلی زبان ہے اور چوتھا نظریہ اسے اصل دراوڑ زبان کی ایک آزاد شاخ تصور کرتا ہے۔ ملیالم زبان کی پیدائش کے بارے میں یہ چوتھا نظریہ ہی زیادہ مقبول نظر آتا ہے۔

ملیالم ادب کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ اپنے طویل ارتقائی سفر کے دوران اس ادب کو بہت سارے تغیرات سے گزرنا پڑا۔ بہر حال اس کے ادب کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا دور قدیم ہے جو لگ بھگ نویں صدی سے تیرہویں صدی پر محیط ہے۔ یہ ملیالم کا ابتدائی عہد ہے۔ اس دور میں ملیالم پر تمل کا زیادہ اثر دکھائی دیتا ہے۔ عہد کے آخری ایام میں ملیالم پر سنسکرت کے بھی اثرات پڑنے شروع ہو گئے تھے۔ پہلے دور کا ملیالم ادب لوک گیتوں کے سرمایہ سے لبریز ہے۔

دوسرا دور وسطی ہے جو چودہویں صدی سے لے کر اٹھارہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عہد میں سنسکرت کے ساتھ ملیالم کا تعلق کافی مستحکم ہو گیا اور کئی شاہکار تخلیقات ملیالم زبان میں منظر عام پر آئیں۔ تیسرے دور کا آغاز انیسویں صدی سے ہوا۔ اس عہد کے آغاز سے ملیالم ادب کی قربت انگریزی ادب سے بڑھ گئی۔ جس کے سبب ملیالم میں کئی ادبی تحریکات و رجحانات بھی پیدا ہوئے۔ اس عہد میں نثری ادب کو بھی کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔

ملیالم ادب کے ممتاز شعراء میں مادھو پانیکر، شنکر پانیکر، رام پانیکر، آشان، دیون شری کمارن، پونم نپونتری، ایم۔ نرائنن، لکشمی داس، اوینٹشاستری، پی۔ نپونتری، کنچن نمپیار، وی۔ پرمیشورن، وی۔ کدمین، کیرل ورما، راج راج ورما، کیشو پلے، سی۔ ایم۔ سبرانیم، بال کرشن پانکیر، کماری آشان، وی نرائن مینن، پرمیشور ایر، وینی کلم، شنکر کروپ، کرشن وارپٹر، کے۔ اے۔ پانیکیر، رام کرشنن وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں جنھوں نے کلاسیکی عہد سے لے کر دور جدید تک ملیالم شاعری کو معراج کمال عطا کیا۔ ملیالم کے فکشن نگاروں میں سی۔ وی۔ رمن پلے، تکشی شیو شنکر پلے، پی۔ کیشو دیو، ویکوم محمد بشیر، پی۔ ٹی۔ کٹی کرشنن، چیرو کاٹو، ایم۔ ٹی۔ باسو دیون نائر، نند نار، کے سندرن، جی۔ ویویکا نندن، این۔ پی محمد، پدم راجن، پی۔ کے۔ عبداللہ، سی۔ رادھا کرشنن، ایم۔ ڈی۔ رتنما، ٹی۔ پدم نابھن، مادھو کٹی، ایم راما کرشنن وغیرہ اہم ہیں۔

Scanned by CamScanner

تمل ادب میں تمام اصناف پر مشتمل بھرپور ادبی سرمایہ ہے انسانی زندگی کی مختلف کیفیات اور اس کے رجحانات پر تمل ادب کی گہری نظر رہی ہے اور یہ مسلسل ارتقائی سفر طے کر رہا ہے۔ یہ بات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابتدائی دور میں تمل اور سنسکرت کی بیساکھی پر چلنے والے ملیالم ادب کو اب کسی سہارے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ اب اپنے پاؤں پر کھڑے کر ہندوستانی ادب میں گرانقدر اضافہ کر رہا ہے۔

کنڑ ادب : جنوبی ہند میں کرناٹک ایک مشہور ریاست ہے جس کی زبان کنڑ ہے۔ کنڑ دراویڈی خاندانی السنہ کی ایک خاص زبان ہے۔ کنڑ اور سنسکرت کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ نویں صدی کی ایک ادبی تخلیق 'کوی راج مارگ' ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زبان میں اس سے قبل ہی ادب کی تخلیق ہونے لگی تھی۔ اس کتاب میں کرناٹک، کنڑ زبان، ادبی سرگرمیوں وغیرہ کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے یہ دراصل شاعروں کی رہنمائی کرنے والی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ولمودے، ناگارجن، جے بندوھ، ڈورونیت وغیرہ نثر نگاروں کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتاب میں شری وجے، کویشور، پنڈت، چندر، لوک پال جیسے شاعروں کے نام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

کنڑ ادب کے دور جدید کا آغاز 1800ء سے ہوتا ہے۔ اس دور کی ایک اہم دین یہ ہے کہ متعدد شاہکار تخلیقات منظر عام پر آئیں جو یقینی طور پر کنڑ ادب کے لئے فخر کی بات ہے۔ اس کے توسط سے ہندوستانی ادب کے گرانقدر سرمائے میں اضافہ ہوا ہے۔ جن شاعروں کے شاہکار کارنامے شائع ہوئے ان میں گووند، بھسور متھ، ماسی وینکیش، نرسنگھ اچار، مہادیو بنکار، لتا راج شیکھر، ڈی۔ آر بندرے وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر شعراء میں دنکر ڈیسائی، وی این کرشنا مورتی، پی ایس رام نوجم، سی پی کرشن کمار، نثار احمد، بی آر لکشمن راؤ بھی اہم ہیں جنہوں نے مختلف شعری اصناف کے توسط سے کنڑ ادب کے سرمائے میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ ناول اور کہانی نویسوں میں آنند، چدورنگ، انت مورتی، رام چندر شرما، شانتی ناتھ ڈیسائی، لنکیش، محمد کٹپاڑی، ایش، دورے سوامی رام چندر پا۔ رام بہادر، نرنجن وغیرہ اہم نام ہیں۔ تمام شعری و نثری اصناف میں تعمیری تخلیقات سے پُر کنڑ ادب کو ہندوستانی ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

گجراتی ادب : ریاست گجرات کی زبان گجراتی ہے۔ گجراتی ادب کے آغاز کا سال 1133ء تسلیم کیا جاتا ہے۔ مورخین اسے 'ہیم عہد' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ عہد تقریباً تین سو برسوں پر محیط ہے اس عہد کے سب

Scanned by CamScanner

سے بڑے ادیب ہیم چندر آچاریہ ہیں ان ہی کے نام پر اس عہد کو 'ہیم عہد' کہا جاتا ہے۔ گجراتی ادب کا دور وسطی پندرہویں صدی سے اٹھارویں صدی تک پھیلا ہوا ہے۔ 1850ء سے اس کا دور جدید شروع ہوتا ہے۔ کنڑ ادب کے مشہور شاعروں میں شالی بھدر سوری، وجے چند، ہیرانند سوری، نرسنگھ مہتہ، پدم ناتھ، ویر سنگھ، کرمن، حیراں، پریما نند، بھالن، ناکر، شامل، دیارام، روی داس، دلپت رام، کوی نرمد، نرسنگھ راؤ، منی شنکر، نانالال، بلونت رائے ٹھاکر وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

گجراتی ادب میں ایک دور گاندھی عہد کا بھی 1915ء سے 1940ء تک کا رہا ہے۔ گجراتی ادب میں بابائے قوم مہاتما گاندھی کے نظریات کے جواثرات مرتب ہوئے، اس بناپر اسے گاندھی عہد کہا جاتا ہے۔ مہاتما گاندھی خود بھی ایک اچھے مصنف تھے۔ انہوں نے گجراتی میں مضمون، خودنوشت وغیرہ لکھ کر گجراتی ادب کی گرانقدر خدمت کی ہے۔ اس دور کی ممتاز ادبی شخصیات میں دتاتریہ بال کرشن کالیلکر، کشور لال مشروولا، مہادیو بھائی ڈیسائی، کنہیا لال منشی، رمن لال پاٹھک، رمن لال ڈیسائی، گوری شنکر جوشی، جھوبر چند میگھانی، سندرم، اوما شنکر جوشی، پنالال پٹیل، منو بنائی پنچولی وغیرہ اہم ہیں۔ دور جدید کے اہم شعرا میں سریش جوشی، راؤجی پٹیل، لابھ شنکر ٹھاکر، ڈاکٹر ستانشو یشچندر، منی لال ڈیسائی، چندر کانت سیٹھ، رمیش پارکھ، انل جوشی، غنی دہی والا، امرت گھائل، عادل منصوری، اور ناول و افسانہ نگاروں میں چندر کانت بخشی، رگھوویر چودھری، مدھوسودن، بھگوتی کمار شرما، سروج پاٹھک، دھیرو بہن پٹیل، کشور یادو، سمن شاہ، جیوتش جانی، رادھے شیام شرما، چینومودی، اتپل بھیانی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

گجراتی ادب کو ہمہ جہت فروغ حاصل ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ گجراتی عوام کی سماجی، ثقافتی اور مذہبی قدروں کی عکاسی ہوئی ہے۔ اس میں کہیں ہندوستانی اقدار کی ترجمانی ہے تو کہیں مغربی قدروں کے تئیں اظہار دلکشی۔ گجراتی ادب کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ گجراتی ادیبوں کو ہندی کے تئیں خاص لگاؤ رہا ہے۔ اس کا سلسلہ دور قدیم سے ہی جاری ہے۔ آج بھی گجراتی ادیبوں کو ہندی کے تئیں بے حد پیار ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گجراتی اور ہندی دونوں زبانیں ہندوستانی ادب کے وقار میں گرانقدر اضافہ کررہی ہیں۔ گجراتی ادب کا مستقبل تابناک ہے۔

بنگلہ ادب : ہندوستان کی دیگر جدید زبانوں کی طرح بنگلہ زبان کا آغاز سال بھی دسویں صدی

Scanned by CamScanner

عیسوی تسلیم کیا گیا ہے۔ ماگدھی اپ بھرنش سے نکلی اس زبان میں پہلے آسامی اور اڑیہ زبان بھی شامل تھی لیکن بارھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں یہ دونوں زبانیں اس سے الگ ہوگئیں۔ اس کے بعد ہی بنگلہ زبان واضح ادبی شکل اختیار کرسکی۔ بنگلہ زبان میں سنسکرت، دیشی عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے بھی الفاظ مستعمل ہیں۔ تاہم یہ ایک آریائی خاندان السنہ کی ایک جدید اور ادبی سرمایہ سے بھرپور خاندان ہے۔

بنگلہ ادب کی تاریخ کو چریا عہد سے لے کر آج تک تین ادوار میں بانٹا گیا ہے۔ مثلاً دور قدیم، دور وسطیٰ اور دور جدید۔ بنگلہ ادب کو اعتبار و وقار عطا کرنے والی اہم شخصیات میں مہاشویتا دیوی، رویندر ناتھ ٹیگور، راجہ رام موہن رائے، بدھ دیو باسو، تیندر ناتھ سین گپت، قاضی نذرالاسلام، ایشور چندر ودیا ساگر، شرت چندر چٹوپادھیائے، تیندر موہن باگچی، بنکم چندر چٹوپادھیائے، دبھوتی بھوشن بندھو پادھیائے وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ رویندر ناتھ ٹیگور نے نثر و نظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی۔ 'جن، گن، من، ادھینا یک جے ہے' جیسی نظم لکھ کر انہوں نے حب الوطنی اور قومی یکجہتی کا ثبوت دیا جو آج آزاد ہندوستان کا قومی ترانہ ہے۔ اس کے علاوہ بنکم چند چٹر جی نے 'وندے ماترم' جیسی نظم لکھی۔ جس میں اپنے مادر وطن سے گہری عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ نظم بھی علامہ اقبال کی نظم 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' کی طرح آزاد ہندوستان کے قومی ترانے میں شامل ہے۔

پنجابی ادب : ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ پنجابی ابتدائی طور پر ایک 'بولی' کی شکل میں تھی جو پشاچی اپ بھرنش سے نکلی تھی۔ بولی سے زبان بننے تک پنجابی نے ایک لمبا سفر طے کیا جو تین مرحلوں میں جا کر مکمل ہوا۔ پنجابی ادب کی تاریخ کو چار ادور میں بانٹا گیا ہے۔ پہلا دور قدیم ہے جو 1000ء سے 1500ء تک محیط ہے۔ دوسرا دور وسطیٰ ہے جو 1850ء تک پھیلا ہوا ہے۔ تیسرا دور جدید ہے (1850 سے 1947ء تک) اور چوتھا معاصر ادب (1947ء کے بعد اب تک) ہے۔

پنجابی ادب کے آغاز کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ مذہبی شعائر کے سبب ایک طویل عرصہ تک پنجابی ادب کا آغاز گرونانک دیو جی کی وانی سے مانا جاتا رہا جبکہ بعض ماہرین بابا فریدالدین گنج شکر کی وانی سے پنجابی ادب کا آغاز مانتے ہیں۔ پنجابی ادب کی تاریخ میں کبیر، نام دیو، روی داس، جیسے سنت شعرا کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ شری گرونانک دیو، گرو ارجن دیو، گرو گوبند سنگھ، بھائی گرداس، گرو انگ دیو، گرو امرداس، گرو تیغ بہادر،

Scanned by CamScanner

شاہ حسین وغیرہ کی شعری تخلیقات نے پنجابی ادب کو شروع میں ہی استقامت عطا کر دی تھی۔ بھائی ویر سنگھ، پورن سنگھ، وحنی رام جاترک، مدر کرپا ساگر، ڈاکٹر چرن سنگھ، بھائی رندھیر سنگھ، پروفیسر موہم سنگھ، امرتا پریتم، اوتار سنگھ آزاد، بیرا سنگھ درد، دیویندر ستیارتھی، پریتم سنگھ سفیر، بابا بلونت، گیانی گرمکھ سنگھ مسافر، درشن سنگھ آوارہ، ہرنام کور، امر کور، نریندر پال، محمد بخش، محمد بوٹا گجراتی، فضل شاہ، کشن سنگھ عارف، غلام رسول، کالی داس گجرانوالیہ، ایشور داس وغیرہ ایسے شعراء ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقات سے پنجابی ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ پنجابی فکشن میں بھائی ویر سنگھ، موہن سنگھ وید، چرن سنگھ شہید، گیانی ہزارا سنگھ، حکیم سنگھ، امر سنگھ، روپ لال، سردار ہربخش سنگھ، گربخش سنگھ، پورن سنگھ، نانک سنگھ، نرنجن سنگھ، فضل دین، نریندر سنگھ سوج، پروفیسر کرتار سنگھ، سجان سنگھ، سنت سنگھ سیخو وغیرہ کے اسمائے گرامی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

دیگر اصناف میں بھی پنجابی ادب کا بھرپور سرمایہ ہے جو ہندوستانی ادب میں پنجابی ادب کو اہم مقام عطا کرتا ہے۔ اس ادب میں خاص طور سے پنجاب کی ثقافت، وراثت اور امیدوں اور تمناؤں کی ترجمانی ملتی ہے۔

مراٹھی ادب : مراٹھی، ریاست مہاراشٹر کی زبان ہے۔ اس کے جنوب میں دراوڑ زبانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اس کی تین خاص بولیاں ہیں جن میں سے پونا کے اطراف کی بولی نے ادبی مراٹھی کی حیثیت اختیار کرلی۔ یہ جنوبی ہندوستان کی آریائی زبان ہے اور اس کا رسم الخط دیوناگری ہے۔ ادبی زبان کے اعتبار سے یہ ہندوستان کی ممتاز ترین زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔

مراٹھی ادب کی تاریخ کے آغاز کے سلسلے میں ماہرین کے درمیان اتفاق رائے نہیں لیکن اس بات پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ مراٹھی کے پہلے شاعر مکندراج ہیں جنہوں نے 1188ء میں 'ویویکر سندھو' نامی مذہبی تصنیف کو تخلیق کا جامہ پہنایا۔ اپنشد، بھگوت گیتا اور سنسکرت کی مذہبی کتابوں میں پیش کی گئی تعلیمات جو ایک خاص طبقہ تک محدود تھیں، انہیں عوام الناس کی زبان یعنی مراٹھی میں لکھنے کا اہم کارنامہ مکندراج نے انجام دیا تھا۔ اس حقیقت سے مراٹھی ادب کے آغاز کی تاریخ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بہرحال مراٹھی ادب کے مورخوں نے مراٹھی ادب کو تین خاص ادوار میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ پہلا دور جو مراٹھی ادب کا قدیم عہد ہے، 1200ء سے 1800ء پر مشتمل ہے۔ دوسرا دور 1800ء سے 1947ء تک محیط ہے اور

Scanned by CamScanner

اسے مراٹھی ادب کے عہد وسطیٰ سے موسوم کیا گیا ہے۔ تیسرے دور میں آزادی کے بعد اب تک کے مراٹھی ادب کو دائرے میں لایا گیا ہے۔

مراٹھی ادب کے قدیم شعرا میں گیانیشور، نام دیو، ایکناتھ، تکارام، سمرتھ رام داس، مکتیشور، وامن پنڈت، وٹھل موروپنت، رام جوشی، سگن بھاؤ وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد پرشورام پنڈت گوڈ بولے، کرشن شاستری، پانڈو رنگ شاستری، کیشو سوت، کوی ونایک، نرائن مرلی دھر، دھوجولین، گریش، منورما بائی رانڈے، دیواکر، گوکھلے، ساورکر، کیشو کر، گوپی ناتھ تلولکر، ایل۔ کسما گرج، بی۔ سی۔ مرڈھیکر، لکشمی بائی تلک وغیرہ نے مراٹھی شاعری میں کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ مراٹھی ادب کی جس شاعری کو شروع میں کوئی تسلیم کرنے کر تیار نہیں تھا وہ آج مہاراشٹر سماج کی تعمیر کا ترجمان بن گئی ہے۔

شاعری کے علاوہ مراٹھی ادب کا نثری سرمایہ بھی کم نہیں ہے۔ تمام اصناف میں اس کا وافر سرمایہ ہے۔ مراٹھی فکشن میں بابا پدمن، شری پلیے، ہری بھاؤی آپٹے، این سی پھڑکے، وی ایس کھانڈیکر، ماڈ کھولکر، جی این دانڈیکر، بسنت کانیٹکر، وی سی گرجر، دیواکر کرشن، گنگادھر گاڈگل، ایم این ادونت وغیرہ کے نام اہم ہیں جنہوں نے مراٹھی ناول اور افسانے کو کافی فروغ دیا۔

مہاراشٹر ریاست کے قیام کے بعد مراٹھی ادب کی ترقیاتی رفتار تیز ہوگئی ہے۔ گرچہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں پر انگریزی حاوی ہے۔ اس کے باوجود عوام کے تعاون سے مراٹھی ادب کی ترویج واشاعت جاری وساری ہے۔

آسامی ادب : ہندوستان کے شمال مشرقی سرحد پر واقع ریاست آسام کی زبان آسامی ہے۔ آسامی غیر منقسم آسام کی بھی زبان رہی ہے۔ آسام سے ناگالینڈ، اروناچل، میگھالیہ اور میزورم گرچہ الگ ہوگیا لیکن اس کے باوجود ان تشکیل شدہ نئی ریاستوں میں آسامی زبان کی ترویج واشاعت جاری ہے۔ آسامی ہندوستان کی آریائی زبان ہے۔ گریرسن کی تقسیم زبان کے مطابق شمالی ہندوستان کی جدید آریائی زبانیں دو گروہوں، یعنی اندرونی اور بیرونی میں بٹی ہوئی ہیں۔ آسامی زبان کا تعلق بیرونی گروہ کی مشرقی شاخ کی زبانوں سے ہے جس میں آسامی کے ساتھ ساتھ بنگلہ، اڑیا اور بہاری بولیاں آتی ہیں۔ اس طرح آسامی، بنگلہ اور اڑیا زبانیں آپس میں بہنیں ہیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ آسامی زبان بنگلہ زبان کی بیٹی ہے۔ گرچہ آسامی زبان کی قواعد بنگلہ سے زیادہ مختلف نہیں ہے لیکن

Scanned by CamScanner

دونوں زبانوں کے ادبی رجحانات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

بہر حال آج آسامی ادب اپنی جامعیت کے لحاظ سے ہندوستانی ادب میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اس کا ماضی جتنا شاندار رہا ہے، اس کا مستقبل بھی اتنا ہی تابناک ہے۔ آسامی ادب فی زمانہ عصری مسائل کی کمی میں کبھی پیچھے نہیں رہا۔ شاعری، نثر، تنقید، سفر نامہ، ادب لطیف، نسائی ادب، ادب اطفال، ڈراما، ناول، افسانہ، سوانح، سائنسی ادب اور صحافت میں آج اسے وافر سرمایہ حاصل ہے۔

آسامی ادب کو جن اہم شخصیات نے معراج کمال عطا کیا ان میں لکشمی ناتھ بیج بروا، ہیم چندر گوسوامی، مغیظ الدین، نلنی بالا دیوی، پدماوتی دیوی، شرت چندر گوسوامی، سید عبدالمالک، دینا ناتھ شرما، نرائن بیج بروا، نریندر کمار بھٹاچاریہ، دیوکانت بروا، ہیرین بھٹاچاریہ وغیرہ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے علاوہ آسامی فکشن میں برنجی کمار بروا، یوگیش داس، محمد پیار، ہتیش ڈیکا، پرپھل دت گوسوامی، ایم آر گوسوامی، بی ورتارائے چودھری، پرونیہ سانگیا، نگین بروا، بریندر کمار بھٹاچاریہ، شیل بھدر، عمران شاہ، سعید الاسلام، اتولانند گوسوامی، دیوبرت داس، برنجی کمار سیدھی وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ آسامی ادب کی ترویج واشاعت اور ان کا ارتقائی سفر پورے آب وتاب کے ساتھ جاری ہے۔

اڑیسا ادب : اڑیا، ریاست اڑیسہ کی زبان ہے۔ اڑیسہ کا قدیمی نام اُتکل دیش بھی ہے۔ اسی لئے اڑیا زبان کو اُتکلی یا اوڈری بھی کہا جاتا ہے۔ جدید ہند آریائی زبانوں میں اڑیا ماگدھی اپ بھرنش سے نکلی ہے۔ اڑیا رسم الخط بہت مشکل ہے۔ اس کی قواعد بنگالی سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اس لئے بنگال کے پنڈت عرصہ تک اسے بنگالی زبان کی ایک بولی گردانتے تھے۔ لیکن حقیقت میں بنگالی اور اڑیا کا رشتہ ماں بیٹی کا نہیں بلکہ بہنوں کا ہے۔

اڑیا زبان کی ادبی روایت سنسکرت کی مرہون منت ہے۔ اڑیسہ میں سنسکرت کے متعدد شاعر اور دانشور پیدا ہوئے نیز عہد وسطیٰ میں کئی اڑیا شاعر سنسکرت کے جانکار ہی نہیں صاحب تصنیف بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اڑیا زبان کو سنسکرت، پالی، پراکرت اور اپ بھرنش سے فروغ حاصل ہوا ہے۔ اڑیا ادب کی تاریخ کو چار ادوار میں بانٹا گیا ہے۔ اس کا عہد قدیم ساتویں صدی کے نصف سے چودہویں صدی کے نصف تک اور عہد جدید انیسویں صدی سے اب تک کے عرصے پر محیط ہے۔

Scanned by CamScanner

عہد جدید میں اڑیا ادب کو ایک نئی سمت ملی۔ انیسویں صدی کے نصف میں عہد جدید کا آغاز مغربی تعلیم و تہذیب کے اثرات کے تحت ہوا۔ 1803ء میں اڑیسہ انگریزوں کے اختیار میں آیا۔ اس سے اڑیسہ کے سیاسی، سماجی، مذہبی اور تعلیمی شعبوں میں جو بے مثال تبدیلیاں آئیں، ان سے اڑیا ادب کو ایک اہم اور نئی سمت کی جانب گامزن ہونے کا موقع ملا۔ جدید اڑیا ادب اسی تغیر کا نتیجہ ہے۔ اسی عہد میں ڈراما، ناول، شاعری، نظم، تنقید، نثر غرضکہ ادب کی تمام اصناف میں اڑیا ادب کو فروغ حاصل ہوا۔

اس عہد کے اہم ادبا و شعرا میں مدھوسودن راؤ، رام شنکر رائے، امیش چندر سرکار، رادھا ناتھ رائے، فقیر موہن سیناپتی، نند کشور بل، گنگادھر مہر، چنتا منی موہنتی، مدن موہن پٹنا یک، دین بندھو کابیہ رنجن، کرشن موہن پٹنا یک، لکشمی کانت مہاپاترا خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ اڑیا فکشن میں چندر شیکھر نند، دیانیدھی مشر، دبیہ سنگھ پانی گرہی، بی این پٹنا یک، برہما نند پنڈا، نتیا نند مہاپاتر، چندر شیکھر رتھ، شانتنو آچاریہ، وینھوتی پٹنا یک، سریندر موہنتی، گوپی ناتھ موہنتی، منوج داس، موہن پٹنا یک، ڈاکٹر ہرے کرشن مہتاب کے اسمائے گرامی اہم ہیں جنہوں نے اپنی بیش بہا تخلیقات سے اڑیا ادب کو مالا مال کیا۔ بحیثیت مجموعی نئی طاقت اور توانائی کے ساتھ اڑیا ادب کا ارتقائی سفر ہنوز جاری ہے۔

میتھلی ادب : بہاری بولیوں میں جو زبانیں شامل ہیں ان میں میتھلی، مگہی اور بھوجپوری ہیں۔ میتھلی دریائے گنگا کے شمال میں دربھنگہ اور اس کے اطراف میں بولی جاتی ہے۔ مگہی کا مرکز پٹنہ اور گیا ہے جبکہ بھوجپوری گورکھپور، بنارس، بھوجپور (شاہ آباد) چمپارن وغیرہ کے اضلاع میں بولی جاتی ہے۔

میتھلی اور مگہی ایک دوسرے سے قریب ہیں جبکہ بھوجپوری ان دونوں سے کسی قدر مختلف ہے۔ ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی بھوجپوری کو میتھلی اور مگہی سے مختلف بہاری بولیوں سے ایک علیحدہ زبان شمار کرتے ہیں۔

بہرحال بہار کی بولیوں میں میتھلی کو ایک اہم مقام حاصل ہے جس نے اب زبان کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ یوں تو اس زبان کا رسم الخط دیوناگری ہے لیکن ڈاکٹر چٹرجی کے مطابق ان کے علاوہ میتھل برہمنوں کا ایک رسم الخط بھی ہے جسے میتھلی کہتے ہیں جو بنگالی رسم الخط سے ملتا جلتا ہے۔

میتھلی زبان کے اصل محرک میتھلی کے عظیم شاعر ودیاپتی ہیں۔ انہوں نے میتھلی ادب کے سرمایہ میں بیش

Scanned by CamScanner

قیمت اضافہ کیا۔ ان کے نقش قدم پر چل کر بھوانی ناتھ، امرت کر، گج سنگھ، سنگھ بھوپتی، نرپ سنگھ، چندر کلا، ہنس نرائن، گووند کوی، جیوناتھ، سدانند، بھیشم، چاتور بج، شیام سندر، ہری داس، گنگا دھر وغیرہ شعرا نے اپنی بیش بہا خدمات سے میتھلی ادب کے ابتدائی سرمایہ کو مالا مال کر دیا۔

میتھلی کے دیگر اہم شعرا میں بھونیشور سنگھ بھون، بید یہ ناتھ مشر یاتری، لال داس، بدری ناتھ جھا، منشی رگھو نندن داس، سیتارام جھا، دینا ناتھ پاٹھک، بید یہ ناتھ ملک، سریندر جھا سمن، وشو ناتھ جھا، اپندر ناتھ جھا، چندر بھان سنگھ، اپندر ناتھ جھا، امریندر مشر، یوگیشور جھا، لوک پتی سنگھ، رویندر ناتھ ٹھاکر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ میتھلی کے ناول نگاروں اور کہانی کاروں میں ہری موہن جھا، سدھانشو شیکھر چودھری، اوما ناتھ جھا، یوگانند جھا، مایا نند مشر، راج کمل چودھری، کلپنا شرن، سوم دیو، راج موہن جھا، گووند جھا، گنگیش گنجن، برج کشور ورما، دھملیج، شیلندر موہن جھا، نکیندر کمار وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

المختصر جہاں دور قدیم اور دور وسطی سے میتھلی ادب صرف گیتوں تک محدود تھا اور ان میں موضوع کے تنوع کا فقدان تھا وہاں دور جدید اور خصوصاً آزادی کے بعد کے میتھلی ادب میں مختلف اصناف مروج ہوئیں اور بیش قیمت تخلیقات منظر عام پر آئیں۔ میتھلی ادب روز افزوں ترقی سے ہمکنار ہو رہا ہے۔ اس کی ترقیاتی رفتار ہنوز جاری و ساری ہے۔

مذکورہ بالا تمام ہندوستانی زبانوں کے ادبیات کے مطالعے میں جو ایک خاصیت قدر مشترک کے طور پر نمایاں ہے، وہ یہ ہے کہ ان میں ہندوستانی تہذیب وثقافت، تمدن ومعاشرت، تصوف وبھگتی، قومی اتحاد ویکجہتی، حب الوطنی وانسان دوستی، محبت وبھائی چارگی، بقائے باہم وباہمی رواداری، انسانی آدرشوں اور قدروں کی پاسداری، ظلم واستحصال کے خلاف صدائے احتجاج، نئے سماج ومعاشرے کی تعمیر وتشکیل جیسے مختلف الانوع موضوعات کی عکاسی یکساں طور پر کی گئی ہے اور یہی وہ بنیادی خاصیت ہے جو ہندوستانی ادب کے تصور کو طاقت وتوانائی عطا کرتی ہے۔

مختصر سوالات

1. ہندوستانی ادب سے کیا مراد ہے؟ مختصراً لکھیے۔
2. علاقائی زبان سے کون سی زبانیں مراد ہیں؟

Scanned by CamScanner

3. ہندوستان میں موجود کسی دس علاقائی زبانوں کے نام لکھئے۔
4. اردو کے معنی کیا ہیں؟ یہ کن دو حروف سے مل کر بنی ہے؟
5. اردو کا تعلق کس خاندان السنہ سے ہے؟ پانچ جملوں میں جواب دیجئے۔

طویل سوالات

1. ہندوستان کے آئین میں درج زبانوں کے بارے میں لکھئے۔
2. اردو کے آغاز وارتقاء پر ایک مضمون لکھئے۔
3. پنجابی زبان کے آغاز وارتقاء کا جائزہ لیجئے۔
4. ہندی اردو کے لسانی رشتوں کا جائزہ لیجئے۔
5. موجودہ ہندی کی ابتداء کب سے ہوئی؟ تفصیل سے لکھئے۔

Scanned by CamScanner

ملیالم کہانی: ویکوم محمد بشیر

مترجم: جیلانی بانو

سکنڈ ہینڈ

'شاردے! کل اخبار نکلنے کا دن ہے۔ آج رات مجھے بے حد کام ہے۔ اس لئے اگر کھانا تیار ہو تو جلدی سے دے دو۔'

'کھانا!' شاردا نے تیز آواز میں کہا۔ 'میں نے کچھ نہیں بنایا ہے۔ خود ہی بنا کر کھالو۔ میں تو اوب گئی ہوں۔'

وہ بہت ہی جارحانہ موڈ میں تھی۔ شاردا کے دل میں گوپی ناتھ کے لئے پہلے سے ہی محبت نہیں تھی۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ کسی کو پیار نہیں کر سکے گی۔ گوپی ناتھ نے بھی کچھ نہیں کہا۔ اسے 'اومنا' کہہ کر کبھی بوسہ تک نہیں لیا۔

'تم نے مجھ سے شادی ہی کیوں کی؟' اس نے اپنے نمایاں سینے کو کچھ اور ابھارتے ہوئے استفسار کیا۔

وہ ایک دم چونک پڑا۔ 'تم نے شادی کیوں کی؟' یہ سب پوچھنے سے کیا فائدہ؟ اس کی نظر کھڑکی سے گلی میں بھٹک گئی۔ تیز ہوا کے باعث بارش کی بوندیں اندر آنے لگیں۔

'دیکھتے نہیں پانی اندر آرہا ہے! تمہارے بھیگنے سے تو کچھ نہیں ہوگا مگر کمرہ تو گندہ ہو رہا ہے۔'

گوپی ناتھ نے کھڑکی بند کر دی۔ شاردا کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں میں بجلی کی روشنی کا عکس بھی تھا۔

'مر جاتی تو اچھا تھا۔' اس نے اپنے سینے پر دو ہتھڑ مارا۔ گوپی ناتھ نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

'مجھے مت چھوؤ۔ یہ ذلت آمیز زندگی مجھے کیوں ملی؟' اس نے بے خودی کے عالم میں کہا۔ ہاتھ کے کنگن توڑ کر پھینکتی ہوئی شاردا دوسرے کمرے میں بھاگ گئی۔

گوپی ناتھ کے دل میں زندگی کے تئیں نفرت کا جذبہ ابھرنے لگا تھا۔ تب شاردا سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کی حیثیت تپتے ہوئے ریگ زار میں بھٹکتے ہوئے راہی کی سی تھی۔ وہ ہڈی پنجر کی طرح ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ عورت کو ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تالاب مانتا تھا۔ عورت کا دیدار اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والا تھا۔ خواہش

Scanned by CamScanner

ہوتی کہ کسی کے خوبصورت اٹھتے ہوئے سینے پر سر رکھ کر باتیں کرے۔ مگر کس سے؟

اس وقت حیرت انگیز طور پر شاردا اس کی زندگی میں داخل ہوئی۔ اور وہ بھی برسات کی طوفانی رات میں۔ گوپی ناتھ اخبار کے آفس سے گھر پہنچا تو دیکھا دروازے پر کوئی کھڑا ہے۔ جب وہ اور پاس پہنچا تو پتا چلا کہ وہ ایک عورت ہے۔ تب اسے معلوم نہیں تھا، وہ شاردا ہے۔ گوپی ناتھ نے اسے ٹھنڈی برساتی ہوا سے بچانے کی خاطر اندر آنے کو کہا۔ لیکن اس نے ان سنی کر دی۔

'تمہارا باہر رہنا ٹھیک نہیں۔ اندر آ کر بیٹھو' گوپی ناتھ بولا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھی اس کے ہاتھ میں ایک بکس تھا۔ اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ پپوٹوں پر اب بھی گیلا پن تھا۔ چوڑے کنارے کی سفید ساری اور کالے بلاؤز میں وہ گوپی ناتھ کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی گائے شیر کی طرف دیکھے۔ گوپی ناتھ نے اطمینان دلایا۔ 'ڈرو مت، اندر آ کر بیٹھو' وہ اندر آ گئی تو گوپی ناتھ نے دروازہ بند کر لیا۔

'تمہیں کہاں جانا ہے'

'تم دوسرے کمرے میں جا کر بھیگے کپڑے بدل ڈالو۔ میں یہاں اکیلا ہی ہوں۔ مجھ سے بالکل مت ڈرو۔ میرا نام گوپی ناتھ ہے۔ ایک معمولی اخبار کا مدیر ہوں۔ اور تمہارا نام؟'

'شاردا؟' وہ سر جھکا کر بولی۔

گوپی ناتھ بغل کے کمرے سے چائے بنا کر شاردا کے پاس پہنچا تو وہ میز پر سر ٹکائے بیٹھی تھی۔

'شاردا جی چائے پی لیجئے'

شاردا کے چہرے پر تھکاوٹ جھلک رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چائے پینے لگے۔

'کیا نیند آ رہی ہے؟'

شاردا بولی۔ 'میں کرسی پر سو جاتی ہوں'

'نہیں۔ نہیں، دوسرے کمرے میں دروازہ بند کر کے سو جاؤ۔ اس کرسی پر میں سو جاؤں گا'

شاردا نے احتجاج نہیں کیا۔ اندر سے دروازہ بند کر کے لیٹ گئی۔ صبح باہر کے کمرے میں ٹہلنے کی آواز سن کر

Scanned by CamScanner

شاردا نے دروازہ کھولا۔

'نیند تو ٹھیک آئی؟' گوپی ناتھ نے صبح بخیر کہتے ہوئے اس سے خیریت دریافت کی۔

'ہاں۔'

'نہاؤ گی؟' پھر اس نے صابن منجن، تولیہ وغیرہ لے کر غسل خانہ کی طرف نشاندہی کردی۔ اس کے بعد تھرماس میں کافی اور ناشتہ خرید لایا۔ شاردا نہا کر نکلی۔ گوپی ناتھ نے بھی غسل کیا اور دونوں نے ساتھ میں ناشتہ کیا۔ شاردا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ وہ آفس جانے کے لئے تیار ہوا۔ پھر اس نے شاردا سے سوال کیا۔

'تم کہاں جا رہی ہو؟' شاردا نے کچھ نہیں کہا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

'روتی کیوں ہو؟'

'یوں ہی۔' شاردا نے نظریں جھکائے ہوئے جواب دیا۔

'گھر واپس جانا چاہتی ہو؟'

'نہیں۔'

'پھر کہاں جاؤ گی؟'

'مجھے کچھ پتہ نہیں۔ پھر جانے کی کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔'

'میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔' کچھ دیر دونوں چپ رہے۔

'مجھے تمہارے بارے میں زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں باقی زندگی ایک ساتھ گزاریں۔'

'میں کیسے رہوں گی؟'

'میری بیوی بن کر۔ میں آج تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں؟'

'آپ کچھ نہیں جانتے..... وہ دانتوں سے ہونٹ کاٹتی ہوئی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

روہانسے گلے سے بولی، 'میں نے اسپتال میں ایک بچے کو جنم دیا ہے۔'

کچھ دیر کے لئے دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

Scanned by CamScanner

'تب بچہ کہاں ہے؟'

'مر گیا۔'

'شوہر؟'

'میں غیر شادی شدہ ہوں۔'

'بچے کا باپ؟'

'میرا کلاس فیلو..... اسے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا ہے۔ وہ شاعر ہے، امتحان کے بعد وہ کالج ہی میں ملازم ہو جائے گا۔' اس نے اس کا نام بھی بتا دیا۔

'بس اتنا ہی! زندگی رونے کے لئے نہیں ہے۔ تم سے ایک غلطی ہوئی ہے۔ تمہارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ مجھے شادی کرنی ہے۔ میرے گھر میں صرف میری ماں ہے۔ ایک بہن ہے جس کی شادی ہو چکی ہے۔ میرے پاس کوئی دولت نہیں۔ انٹر پاس ہوں۔ اس اخبار کا مدیر اور چپراسی تک میں ہی ہوں۔'

'لیکن میں کسی سے پیار نہیں کر سکتی۔'

'شاردا! تم مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو۔'

پھر دونوں کی قانونی طور پر شادی ہو گئی۔ تصاویر اخبار میں بھی آئیں۔ ساہتیہ سمیلن کے ایک پروگرام میں شاعر صدر کی کرسی پر نظر آیا۔ گوپی ناتھ نے بھی تقریر کی۔ تقریر کے بعد شاعر نے گوپی ناتھ سے سوگوار مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔ 'مدیر صاحب کی شادی حال ہی میں ہوئی ہے نا؟'

'ہاں۔'

'اس عورت کو پہلے سے جانتے تھے؟'

'نہیں۔'

'اس کے کئی محبت نامے ایک آدمی کے پاس ہیں۔'

'یہ بات شاردا نے مجھے بتا دی تھی۔'

'شادی سے قبل بچہ پیدا ہونے والی بات بھی۔'

Scanned by CamScanner

'سب کچھ۔'

'اس نے یہ بھی کہا ہوگا کہ وہ ایک 'سیکنڈ ہینڈ مال' ہے، ہے نا؟' شاعر ہنسا۔

'شاردا نے یہ بات بھی کہی تھی اور اپنے کو یتیم بنانے والے شاعر کا نام بھی بتایا تھا۔'

شاعر کا چہرہ کالا پڑ گیا۔ ہنستا ہوا گوپی ناتھ رخصت ہو گیا۔

آج تک اس ملاقات کا ذکر اس نے شاردا سے نہیں کیا۔ برسات اور ہوا کے شور میں گوپی ناتھ کے کانوں میں شاردا کے الفاظ گونجتے ہیں۔ 'مجھ سے شادی کیوں کی؟'

گوپی ناتھ نے چھتری اٹھائی اور ساتھ والے کمرے میں گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کا دل چاہا اسے پیار کرے۔ مگر پھر ٹھٹھک گیا۔ وہ تو اسے پیار نہیں کرتی۔

'میں پریس سے ہو آؤں.....'

'آنے پر مجھے نہ پاؤ گے.....'

'کہاں جاؤ گی؟'

'مجھ سے یہ زندگی جی نہیں جاتی! یہ ذلت نہیں اٹھائی جاتی!!'

'مگر کس نے تمہیں ذلیل کیا.....؟'

'آپ نے.....'

'میں نے.....؟ تم ہی تو مجھ سے نفرت کرتی ہو؟'

'میں؟.....' اپنے امڈتے ہوئے جذبات سمیٹتی ہوئی وہ گوپی ناتھ کے سینے میں منہ چھپا کر پھپھک پھپھک کر رونے لگتی ہے۔ 'میں..... میں آپ کو جان سے زیادہ.....!!'

مختصر سوالات

1. گوپی ناتھ کی شخصیت کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔
2. زیرِ نصاب کہانی 'سیکنڈ ہینڈ' میں سماج کے کس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے؟

Scanned by CamScanner

3. زیرنصاب افسانہ 'سیکنڈ ہینڈ' کس زبان سے ترجمہ ہے اس کے افسانہ نگار کون ہیں اور ترجمہ کس نے کیا ہے؟
4. گوپی ناتھ کے کردار میں انسانی ہمدردی کا پہلو تلاش کیجئے۔

تفصیلی سوالات

1. اردو میں ترجمہ نگاری سے اپنی واقفیت ظاہر کیجئے۔
2. پیش نظر افسانہ 'سیکنڈ ہینڈ' کا خلاصہ پیش کیجئے۔
3. افسانہ 'سیکنڈ ہینڈ' کے مرکزی خیال کو اپنی زبان میں تحریر کیجئے۔
4. گوپی ناتھ کے کردار پر روشنی ڈالئے۔

Scanned by CamScanner

گجراتی کہانی : پنالال پٹیل

مترجم: مظہرالحق علوی

واترک کے کنارے

شام نے آسمان کو پوری طرح گیروا رنگ میں رنگ دیا تھا۔ پرسکون بہتی ہوئی ندی کا نیلا پانی لاوے جیسا ہو رہا تھا۔ داہنے کنارے کے ایک ٹیلے پر بنے تنہا گھر کے کھپریلوں پر بھی سونا بھر گیا تھا۔ اس پار کی تلہٹی میں اڑتی ہوئی گودھلی بھی گلال نظر آ رہی تھی۔ کارتک کے مہینے کی ٹھنڈک نے شام کو گلابی بنا دیا تھا۔

ٹیکری پر بنے اس گھر کے سامنے بھیڑ بکریوں اور گائے بھینسوں کے ممیانے اور رمبھانے کا سہانا شور ہر طرف مچا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں بڑے جانور اپنی جگہوں پر باندھ دیئے گئے۔ بھیڑ بکریاں بھی سامنے کے باڑے میں بھر دی گئیں۔ باڑے کو بند کر کے اس نے پیٹھ پھیری ہی تھی کہ اس کی نظر چنے کے کھیت کے اس پار ندی کے کنارے پر پڑی۔

چھوٹا سا سرخ الاؤ اپنی روشنی پھیلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو سادھو گیروے رنگ کے کپڑوں کو پہنے اور لمبی جٹاؤں کو گلے میں گانٹھ لگائے دکھائی پڑے۔ ان میں سے ایک گھوڑے جیسے تمڑی میں پانی بھر کر لنگڑاتا ہوا کنارے پر آ رہا تھا۔ دوسرا الاؤ کے پاس اپنا چمٹا گاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ الاؤ پر موٹی موٹی لکڑیاں بھی ڈالتا جا رہا تھا۔

'کیا دیکھ رہی ہو نول؟ سنتی نہیں گائیں ڈکر رہی ہیں؟' ایک کونے میں جانوروں کے لئے ابلا ہوا دلیہ ٹھنڈا کرتی ہوئی بڑھیا بولی۔ مگر پھر بھی وہ ندی کے کنارے کی طرف ان سادھوؤں کو ڈھونڈنے لگی۔

'اور تو کچھ نہیں موسی! مگر انہیں یہیں آ کر دھونی رمانے کی کیوں سوجھی؟' نول کا لہجہ نرم تھا۔ مگر ندی کے کنارے لگی ہوئی نیلی آنکھوں میں اور نرم رخسار پر پوری طرح سنجیدگی چھائی ہوئی تھی جو ہر لمحہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

'ہوگا، ہمیں کیا! گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ ان ناس پٹیوں کو پتہ نہیں ہوگا کہ پچھلے سال ایک مداری یہیں سے پکڑا گیا تھا۔ سرکار کی آنکھ تو تین برسوں سے لگاتار اسی گھر پر لگی ہوئی ہے.....'

Scanned by CamScanner

نول اگر دھیان سے موسی کی بات سن رہی ہوتی تو شاید اسے ہنسی آجاتی۔ یہ بیچارے کیا جانے کہ اس گھر کا آدمی تین سال پہلے کھیا کے بیٹے کا خون کر کے بھاگا تھا۔

نول کی نظر انہیں دونوں افراد پر تھی۔ آنگن میں وہ گوبر بٹور رہی تھی..... مگر مشینی انداز میں موسی بڑبڑا رہی تھی، 'اور وہ موا بھاگا تو بس بھاگ ہی گیا۔ پکڑا جاتا تو بیچارے اسے لوگ تو پھندے میں نہ پھنستے۔ اس نے تو یہ بھی نہ سوچا ہوگا کہ اگلی (نول) کب تک باٹ جوہتی رہے گی۔'

موسی کی باتیں اکثر بے محل اور الٹی پلٹی لگتی تھیں۔ چارے سے بھرا ہوا ٹوکرا اٹھا کر انہوں نے نول سے کہا 'لے یہ ٹوکرا چاندری (بھینس) کو ڈال دے جلدی سے۔' پھر جاتے جاتے بولیں۔ 'ایسے ناس پیٹے تو بہت گھومتے رہتے ہیں۔'

نول کہنا چاہتی تھی۔ 'لیکن موسی یہ لوگ تو ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہی گھر کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ دیکھو نا اسی طرف منہ کر کے بیڑی پینے بیٹھے ہیں۔ مگر نہ جانے کیوں آج موسی کے سامنے ایسی باتیں کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور پھر ایسی باتوں سے فائدہ بھی کیا تھا۔

اتنے میں موسا آتے دکھائی دیئے۔ ڈھور ڈنگر کو چرا کر انہوں نے پہلے ہی گھر کی طرف ہانک دیا تھا اور بیلوں کو کھیت کی مینڈھ پر چرانے کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔

'دیکھو موسا! کسی نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔'

'ڈالنے دے، ہم سے کھانے کو تھوڑے ہی مانگتے ہیں۔'

'نول کو آج اپنے اوپر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آج اپنے بے اصول خونی شوہر کو کیوں یاد کر رہی تھی۔ وہ اپنے پہلے شوہر کو بھی یاد کر رہی تھی۔ بڑھتے ہوئے اندھیرے میں اس نے دیکھا کہ دونوں افراد ادھر ہی آرہے ہیں۔

اٹھائیس سال کی عمر میں پہلی بار نول کو خوف محسوس ہوا۔ افسوس کی تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔

'وہ دونوں تو اچھے بھلے دوسرے لڑکوں جیسے تھے..... جبکہ یہ تو..... اس میں ایک لنگڑا ہے اور دوسرا..... دبلا پتلا تھا مگر یہ تو کافی موٹا ہے۔'

موسا، موسی اس کے لوکل گارجین تھے۔ ان کے چار بیٹے بہوئیں لیکن کوئی ساتھ نہیں رہتا تھا۔ نول ہی ان کا

Scanned by CamScanner

سہارا تھی۔ وہ ہمیشہ اس کو دوسری شادی کا مشورہ دیتے۔

'اندھیرے میں تو کیا کر رہی ہے، دیا تو جلا دے.....'

دیا جلا کر وہ آ گئی اور چولہے کے بغل میں بیٹھ گئی۔ اس کی روشنی میں وہ چاول بینے لگی۔

آنگن کے پتھروں پر ٹک ٹک کرتی ہوئی لاٹھی کی آواز۔ ایک شخص کے جوتوں کی آواز آئی۔ نول نے بغیر دیکھے ہی سمجھ لیا کہ لنگڑا سادھو جوتے نہیں پہنے ہے۔ پہلی آواز آئی۔ 'جیے سیتا رام کا کا!'

'آیئے مہاراج! ویرا جئے۔'

ایک سادھو نے کھاٹ اٹھا کر سامنے کی طرف ڈالی اور پھر الاؤ اور دروازے کی طرف منھ کر کے بڑبڑایا۔

'یہیں کھاٹ پر ہی بیٹھ جائیں گے۔' لنگڑا بھی اسی کھاٹ کی پائینتی پر بیٹھ گیا۔

گھر کے اندر موسی کی بڑبڑاہٹ شروع ہو گئی، 'لے، دے کر صرف سیتا رام کہنا آتا ہے بس! دوسروں کی کمائی پر جینا اور گھومتے رہنا۔'

'کتنے لڑکے ہیں؟

چاروں میں سے ایک بھی نہیں.....؟'

'کوئی بہو اپنے پاس نہیں رکھتی؟'

'اس گھر کی مالکن آپ کی بھانجی لگتی ہے؟ بائی اکیلی ہی ہے۔'

'یہ سب تم کس لئے پوچھ رہے ہو؟ کارن کیا ہے؟'

'کارن تو مائی اور کوئی نہیں .....مگر دنیاوی لوگوں سے اور کیسی باتیں کی جا سکتی ہیں؟' اس نے نرم لہجے میں کہا۔

'ماں اسے چھوڑ کر مر گئی اور باپ بھی اسے ایسا ملا کہ اس نے سارے گاؤں سے بیر باندھ لیا۔ پھر تم ہی بتاؤ بیٹی کے لئے کوئی باہر کا ہی ور دیکھنا پڑتا نا! اور پھر گھر جمائی بن کر رہنے کون آتا؟' موسی آنکھیں پھاڑے کچھ دیر دیکھتی رہی۔

پھر بولی۔ بائی کے ماتھے پہلا ور پڑا بیکار.....!'

Scanned by CamScanner

'کیوں ......' سادھو کو پوچھنا پڑا۔

'اس نے ہماری نول کو میلے میں دیکھا اور پسند کرلیا۔ شادی کر کے وہ گھر جمائی بن گیا اور ٹھا کروں جیسے ہمارے بہنوئی اسے برداشت کیسے کرتے؟ آخر ایک روز سسر نے اس پر ہاتھ اٹھا ہی دیا۔ پھر وہ نظر نہ آیا۔'

پہلے تو سادھو نے ایک گہری سانس لی اور پھر لنگڑے سادھو نے غصیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ 'اسی نے تو یہ سارے کھیل کرائے ہیں۔'

'نول نے اس کا انتظار کیا۔ برسوں اسے تلاش کیا گیا۔ تھک ہار کر اس کی دوسری شادی کردی گئی۔ وہ دوسرا بھی گاؤں کے باہر کا ہی تھا۔ سات بھائیوں میں سے کسی سے نہیں بنتی تھی۔ ساجھی دار بن کر رہنے آیا تھا مگر گھر جمائی بن کر رہنے لگا۔'

'سامنے والے گاؤں کے مکھیا نے ہمارے بہنوئی کے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ پرانی دشمنی چلی آرہی تھی۔ دراصل آج سے تین سال پہلے چوماسے کے دنوں میں ایک میلے میں اس نے نول سے چھیڑ خانی کی۔ اس رات نول کا باپ چھاتی پیٹ کر رویا۔ جن لوگوں نے سنا وہ آج بھی کہتے ہیں کہ ہلکی ہلکی برسات ہو رہی تھی اور اندھیری رات میں بوڑھے کا رونا ایسا لگتا تھا جیسے ندی پار کا جنگل ہی ولاپ کر رہا ہو۔'

'نول روئی نہیں تھی ایسا لگتا تھا کہ 'واتر ک' ہی اڈ اڈ کر ولاپ کر رہا ہو۔ کہتے ہیں کہ وہ میلے سے سیدھا چل دیا اور گھپ اندھیرے میں ندی کے پانی کی بھی پروا نہیں کی اور مکھیا کے گھر کے اوپری اٹاری پر سوئے ہوئے اس دشمن کو جگایا اور مار ڈالا۔ گھر آکر سسر کو یہ خوش خبری سنائی مگر نول نے اس کا منہ دبا کر الٹے پاؤں جنگل کی طرف روانہ کردیا۔ 'جاؤ، بھگوان کے لئے......' اور وہ دن اور آج کا دن وہ واپس نہیں آیا۔'

'رات آدھی ہوگئی ہے کھانا کب کھاؤ گی موسی؟'

'ہاں۔ انہیں سیر بھر چاول دے دو اور باہر نکالو یہاں سے......'

چاول بھی مل گئے۔ موسا بھی اندر کھانے کو بلائے گئے مگر وہ دونوں ٹس سے مس نہ ہوئے۔

'موت کے منہ میں کیوں بیٹھے ہو؟' نول نے دونوں سے دریافت کیا۔

'پہلے تو بتا کہ تو نے ہمیں پہچان لیا ہے یا......؟'

Scanned by CamScanner

اس بھولی اور نرم آواز کی گہرائی میں نول کو مٹھاس کا ایک سمندر نظر آیا اور سکوت چھا گیا۔

کچھ مہربان نگاہوں سے اس نے غمگین ہو کر کہا۔ 'ہاں! لیکن یہ پیر کہاں کھو دیا؟'

'اس بتیاری رات کو بھاگتے بھاگتے..... لیکن تو اپنی بات بتا.....'

نول غصے سے بھر اٹھی۔ 'اپنے لیے ہی نہیں ان دونوں کے لئے بھی۔ یہ سب چھوڑو اور تم لوگ اٹھو یہاں سے..... میرا کہا مانو تو اپنی دھونی پر نہ جا کر سیدھے چلے جاؤ یہاں سے!'

'بس ایک چھوٹی سی بات پوچھنی تھی تجھ سے.....'

'کیا.....؟'

'میرا کہنا ہے کہ یہ یہاں رہے اور میں.....'

نول بے چین ہو اٹھی۔

'ارے رام! تم یا یہ، کوئی رہے پولس والے تو ڈھونڈ ہی لیں گے۔ گاؤں والے پہچانتے نہیں اس لئے چور..... بھاگ جاؤ یہاں سے!'

'جس کو پولس پکڑ لے جائے وہ ہی سچا.....'

اگلے دن ایک مرغ کی تلاش میں پولس کی نظر ان دونوں پر پڑ ہی گئی۔ دونوں کو ہی گرفتار کر کے لے گئی۔

اوٹ پر بیٹھی ہوئی نول نے اپنے آنسوؤں کو بڑی مشکل سے روکا تھا۔

'آخر میری ہی چھاتی پر آ کر.....' آگے وہ بول نہ پائی۔

ندی کے کنارے پہنچتے ہی اس کے آنسوؤں کا بندھ ٹوٹ گیا۔ وہ خود کو کوستی جاتی تھی..... 'ارے ابھاگی! دنیا میں تیرا وہی تو تھا..... اتنے برسوں بعد آیا تھا۔ کھلانا، پلانا تو دور..... سکھ دکھ کی دو باتیں بھی نہ پوچھ پائی..... لنگڑا بدقسمت..... تیری کسی نے نہ سنی، عدالت میں سرکاری لوگوں نے بھی مدد نہ کی..... اس پر زندگی میں، میں نے کبھی کوئی اچھا کام کیا ہی نہیں.....'

ندی کنارے آگے پلاش کے درخت کو اس نے پکڑ لیا۔ جیسے اس کی دوسری ٹانگ بھی ٹوٹ گئی ہو۔

Scanned by CamScanner

مختصر سوالات

1. افسانہ نگار پنا لال پٹیل کا تعلق کس صوبے سے ہے؟
2. افسانہ کی صنف سے اپنی واقفیت ظاہر کیجئے۔
3. زیرِ نصاب افسانہ موضوعاتی اعتبار سے کس نوعیت کا ہے؟

تفصیلی سوالات

1. افسانہ 'واترک کے کنارے' کا مرکزی خیال پیش کیجئے۔
2. افسانہ اپنی سماجی حسیات کے ساتھ کس حد تک وابستہ ہے؟ مختصراً جواب دیجئے۔
3. معاشرتی اور اخلاقی قدروں کے ساتھ ادب کے رشتے کی وضاحت کیجئے۔

Scanned by CamScanner

کنڑ کہانی: انت مورتی

مترجم: حیدر جعفری سید

سورج کا گھوڑا

میں سادل لوح وینکٹ کرشنا کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ اس کا اصل نام وینکٹ کرشنا جوئسا ہے اور اس سے میری ملاقات چودہ سال سے نہیں ہوئی تھی، وہ مجھے اس دن بازار میں نظر آیا۔ اس نے مجھے پہچانا نہیں کیوں کہ میں ایک طویل مدت پہلے قصبے کو خیر باد کہہ چکا تھا لیکن میں اپنے بچپن کے دوست وینکٹ کو بھلا کیسے بھول سکتا تھا۔ اس وینکٹ کو جس نے بھنوؤں کے بیچ کُم کُم لگائی تھی۔ اس کے سر کا اگلا حصہ نئے چاند کی شکل میں شیو کیا ہوا تھا اور اس کے چھدرے دانتوں والے منہ پر ایک کھلی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک کریچ کا جھولا اپنی بغل میں دبائے سبزی فروش کی دوکان کو گھور رہا تھا جیسے کوئی لڑکا کھلونوں کی دوکان کو۔ اس کی آنکھیں جو توڈی کائی اور 'الاسنڈی مڑ' کے ڈھیروں اور چھت سے لٹکے کیلے کے گچھوں کا جائزہ لے رہی تھیں، اگلے لمحے کونکنی دوکان دار کی جانب منتقل ہوتیں جو اسے بے نیازی سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی سڑک پر مٹر گشتی کرتے ہوئے آوارہ جانوروں پر نظر ڈالتا ہے۔ میں وہاں کھڑا ہوا اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے ایک تپتے ہوئے دن میں ٹھنڈے پانی کا سرچشمہ مل گیا ہو۔ اس نے بھی مجھے چند لمحوں تک خالی نظروں سے دیکھا۔ اس بازار میں صرف ہم دو ہی تھے جن کے پاس چھتریاں نہیں تھیں جب کہ دوسرے محتاط تھے۔ وہ جو ایک پیشہ ور نجومی تھا غالباً موسم کے بارے میں پیش گوئی کی بے ہودگی سے نمائش کر رہا تھا یہ دکھا کر کہ جولائی کا مہینہ ہونے کے باوجود اس دن پانی نہیں برسے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں اس قصبے کو خیر باد کہہ کر شہر میں رہائش کے لئے چلا گیا تھا اور بیرون ملک بھی مقیم رہا تھا اس لئے مجھے شہری لباس میں دیکھ کر کسی کو اس بات پر تعجب نہیں ہونے والا تھا کہ میرے پاس چھتری نہیں ہے۔ دوسری جانب وینکٹ کسی بھی طرح بارش کے لئے تیار نظر نہیں آتا تھا، وہ تو وہاں کھڑا ہوا اپنے علمِ سینہ پر مسکرا رہا تھا کہ یہ ماحولیاتی مظہر ہے اور قریبی ضلعوں سے آنے والی ترکاریوں کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے ان میں سے کوئی ایک بھی دراصل کھانے کے لائق نہ ہو۔ اوہ، وہ سنسنی جو میں سادہ لوح وینکٹ کو دیکھ کر محسوس کر رہا تھا، اگر وہ مجھے پہچان نہ لیتا تو کیا یہ ختم نہ

Scanned by CamScanner

ہو جاتی۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر ان کی پرورش نہ کی جائے تو یادیں سوکھ جاتی ہیں۔

اگرچہ وہ مجھ سے کم از کم پانچ چھے سال بڑا تھا، لیکن جب ہم بڑے ہو رہے تھے تو وہ میرا سب سے گہرا دوست تھا۔ وہ پاس ہو تو کسی کو بھی ذہنی اور جسمانی طور پر راحت کا احساس ہوتا۔ اچانک ایک واقعہ میرے ذہن میں آیا۔ میں یقیناً تب آٹھ یا نو سال کا رہا ہوں گا میں پانی سے بہت ڈرتا تھا۔ ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ ندی لے گیا۔ وہ بھی میری ماں کو بتائے بغیر۔ میرے چیخنے چلانے اور احتجاج کی پرواہ کئے بغیر، مجھے اپنے سینے سے چمٹا کر، وہ ایک چٹان سے چشمے میں کود گیا۔ پہلے سراسیمہ ہو کر، سانس کے لئے چھٹپٹا کر، پانی نگل کر لیکن پھر بھی اس کی گرفت میں، میں نے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ پانی کے اوپر اٹھتے اور اندر جاتے اور پانی میں آنکھیں کھولتے ہوئے محسوس کیا۔ ایک چھوٹی مچھلی نے مجھے گدگدایا۔ میں خوش ہوا کہ آخر کار میں تیرنا سیکھ رہا ہوں۔ میں دھیرے دھیرے پانی میں آرام محسوس کرنے لگا۔ پہلے گردن، پھر منہ، پھر ناک، پھر سر میں گہرے اور گہرے غوطے مارتا گیا حتیٰ کہ پانی مجھے ابھار کر سطح پر لے آتا۔ پھر میں ٹھنڈے پانی سے باہر آ کر گرم ریت پر لیٹ کر اپنے جسم کو دھوپ سے خشک کرتا..... ہمارے دیہات کی ندی غالباً اب بالکل سوکھ چکی ہے۔ میں نے وینکٹ کے سامنے انگوٹھوں کے بل اس طرح کھڑے ہو کر جیسے کہ میں پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہوں، کہا۔ 'ہیلو!'

'کیا آپ کھیروں کی آج کل کی قیمت پر یقین کر سکتے ہیں، شریمان؟' میں وہاں سے ہٹا نہیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہنسنے کی کوشش کی۔

'شریمان، آپ کا کیا خیال ہے کہ میری بغل میں کیا ہے؟ ایک لڑاکو مرغا؟' اس نے اپنے بغیر دانت کے مسوڑھے دکھاتے ہوئے کہا۔

'یقیناً، بڈن صاحب۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ آپ کے مرغے کی کلغی کسی برہمن کی دان دکشنا کی خالی تھیلی کی طرح جھکی ہوئی ہے؟'

'نہیں، یہ وہ لڑائی ہے جسے لڑائی میں میرے مرغ نے ہرا دیا ہے۔' وہ اپنا شاپنگ بیگ اس طرح لئے ہوا تھا جیسے مرغ ٹانگوں سے پکڑے ہو۔

'اے پریشان حال، پوپلے راج کمار، تیری کون سی بدقسمتی تجھے اس مرغ کو اپنی بغل میں دبائے یہاں لے آئی ہے اور تو پورن ماشی کے دن اس انجان ملک میں گھوم رہا ہے؟'

Scanned by CamScanner

'یکشا گنا ڈراموں (جو ہم ساتھ ساتھ دیکھا کرتے تھے) کے انداز میں میرا انداز تخاطب پہچان کر، حیران وینکٹ چند قدم پیچھے ہٹا۔ اس کے کولہے ایک بوڑھی گائے سے جو کیلے کے چھلکے چبا رہی تھی، رگڑ گئے۔

'کیا یہ انتو ہے؟ اس نے اپنے کولہے سہلاتے ہوئے کہا۔ پھر گائے کی طرف گھوم کر جواب سڑک کے کنارے میں بڑی دلچسپی سے چھلکے دیکھ رہی تھی، اس نے کہا۔ 'بابر کا بت گائے، ازراہِ نوازش مجھے بتایئے، آپ نے مجھ میں یہ ڈر کیوں پیدا کر دیا کہ یہ انتو عمل دار، یا کوئی بڑا افسر ہو سکتا ہے۔ یا آپ میرے دماغ میں بار بار چکر لگانے والی 'ساحرہ' ہیں جو اپنا کوئی 'عمل' مجھ پر آزما رہی ہیں؟'

گائے نے کیلے کا چھلکا گٹر سے اٹھا لیا تھا اور منہ چلاتی ہوئی اسے چبا رہی تھی۔

'میں آپ کو کتنی ٹونڈیکائی دوں؟' بھینگے کونکنی دوکان دار نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے وینکٹ سے ایک جھولا لے کر اس میں ٹونڈی، کھیرے، الا ساندا مٹر، آلو، پیاز بھروالی اور وینکٹ سے کہا۔ 'آؤ، اب ہم تمہارے گھر چلیں۔'

'ہاں، ہاں، میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہاری ایسی تیل مالش کروں گا کہ تمہیں چاندنی نظر آئے گی۔ ہمارے غسل خانے میں پانی تو تیار ہی ہے۔' وینکٹ اس طرح چلتا ہوا جیسے کوئی بازار سے دعوت کا سامان لے کر گھر جا رہا ہو، تیز قدمی سے لوگوں کے آگے نکلتا گیا۔

'تو پھر میں تھوڑا بھرنگا ملکا تیل بھی خرید لوں۔' میں نے کہا۔

ہم پربھو کی دوکان پہنچے جس سے تمباکو کے پتوں کی مہک آ رہی تھی۔

'مسٹر مورتی، آپ اپنے گھر ایک طویل مدت کے بعد آ رہے ہیں نا؟ آپ کے بھائی ہم سے ادھار مال خریدتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے آپ کے والد کے زمانے میں۔ اندر تشریف لائیے۔ کیا آپ کے پینے کے لئے کچھ منگواؤں؟' پربھو نے کہا جو وہاں اپنے کان میں پنسل اڑسے بیٹھا تھا اور مجھے سامان کے کنستروں کے پاس رکھے ایک اسٹول پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

'میں یہاں کبھی کبھی آتا ہوں لیکن بازار میں تو بہت ہی کم۔ آپ خیریت سے ہیں؟' میں نے کہا پربھو جو گڑ تول رہا تھا اس میں تمباکو کے پتوں کی مہک شامل تھی۔

'خیریت کیسے ہو سکتی ہے؟ برسات ہی نہیں ہوئی۔ ادھار سامان لینے والے پیسے نہیں دیتے۔ پچھلے سال میرا سب سے بڑا بیٹا بیمار ہو گیا اور تین دنوں کے اندر ہی بھگوان کو پیارا ہو گیا۔ اس کاروبار میں ایک پیسے کا بھی نفع نہیں

Scanned by CamScanner

لیکن آپ اسے کرتے رہتے ہیں کیوں کہ آپ کے والد نے آپ کو یہی سکھایا تھا۔ میرے لڑکے آپ کی طرح خوش قسمت نہیں تھے کہ پڑھنے کے لئے انگلستان چلے جاتے۔ وہ بھی خاندانی کاروبار میں لگ گئے۔ تمباکو کے پتے اور گھوڑوں کے لئے چنا۔ اسے دیکھئے یہ دوسرا بیٹا ہے اور وہ ہے چوتھا بیٹا۔ بقیہ دو نے کپڑے کی دکان کھول لی ہے۔ میں نے اپنی ساری بیٹیوں کی شادی وکیلوں سے کی ہے۔ میرے سب سے بڑے لڑکے کے بچے اب ہائی اسکول میں ہیں۔ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ آپ کہاں رہتے ہیں؟' وہ گڑ کی بھیلی ترازو میں رکھ کر مکھیوں کو اڑاتا ہوا باتیں کرتا رہا۔ گفتگو دوستانہ تھی۔

'ہم میسور میں رہتے ہیں۔ میرے دو بچے ہیں۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ کیا آپ کے پاس بھرنگا ملکا کا تیل ہے؟'

'ارے ہاں، کیا یہ آپ کے وینکٹ جوئسا کے لئے ہاتھ مساج آئل ہے؟ بہ ہر حال کیا یہ وہی وینکٹ نہیں ہے جس نے کے ڈی بھاشیم کا 'مساج ہاتھ' کیا تھا جب وہ ساتھ ساتھ جیل میں تھے۔ کتنے پرانے منسٹر اس کی جان پہچان کے ہیں۔ پورے کرناٹک میں کوئی ایک بھی ایسا اہم آدمی نہیں ہے جس نے وینکٹ جوئسا سے مساج نہ کروایا ہو پھر بھی بھگوان ہی جانتا ہے کہ اسے پچھلے دو سال سے پنشن کیوں نہیں ملی۔ بر سبیل تذکرہ، جوئسے تم نے مسٹر مورتی سے اپنے لئے ایک دو لفظ کیوں نہیں کہلوائے۔ آخر کار اگر تمہیں اپنی پنشن مل جاتی تو ہمیں اس رقم کا کچھ حصہ مل جاتا جو تم پر باقی ہے۔ مجموعی طور سے میری طرح جوئسا کی بھی قسمت خراب ہے۔ اس کا بھی ایک بیٹا ہے لیکن وہ کتنا بدمعاش نکلا۔ اسکول جانا چھوڑ دیا! صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ وہ اکثر کافی کی دکانوں میں جاتا ہے۔ آپ کچھ بھی کہیں، ہمارا زمانہ بہت اچھا تھا۔ اب تو ہر چیز الٹ پلٹ گئی ہے۔'

وینکٹ کھیسیں نکال کر ہنسا اور اس نے شاپنگ بیگ نیچے رکھ دیا۔

پھر کچھ نسوار جیب سے نکالی اور تھوڑی سی اپنے نتھنے میں ٹھونس لی۔ دکان کے لڑکے سے ایک کثیف سی بوتل لیتے ہوئے اس نے کہا، 'یہ بی وی پنڈت برانڈ آئل ہی ہے نا؟ اس تیل کی تاثیر ٹھنڈی ہے۔'

'یقیناً جوئسرے! یہ تیل بالکل تازہ ہے۔ اس دکان میں صرف میں ہی باسی چیز ہوں۔'

پربھو نے مجھ سے پیسے لیتے ہوئے کہا۔ 'آپ آج کے دن دکان کے پہلے خریدار ہیں جس نے نقد خریداری کی۔ ہمارے لئے اتنا خراب وقت آ گیا ہے۔'

Scanned by CamScanner

وینکٹ نے کنستروں سے آگے ہاتھ بڑھا کر پربھو کا ہاتھ پکڑا اور اسے ہاتھ میں لے کر دھیان میں گم ہو گیا۔

'پربھو جس پل میں نے تمہیں دیکھا تو میں نے دل میں سوچا کہ تم تھکے ماندے ہو اور تمہیں تیل مالش کی ضرورت ہے۔ یہ طے ہے کہ میں کل آ کر تمہارے سر کی مالش کروں گا۔ ٹھیک ہے نا؟'

اس کا ہاتھ اب بھی پربھو کے ہاتھ میں تھا۔ پربھو نے آہ بھری اور کہا۔ 'مسٹر مورتی، کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس قصبے میں ایک بھی سر ایسا نہیں ہے جس کی مالش جوئسا کے ہاتھوں نے نہ کی ہو۔ بھگوان ہی بہتر جانتا ہے کہ اتنے نیک آدمی کا بیٹا ایسا کیوں ہوا؟ لگتا ہے کہ لڑکے نے کسی اور کو نہیں بلکہ کالج کے پرنسپل کو مارا پیٹا اور لوٹ لیا۔'

وینکٹ نے ہنس کر ماتھے پر ایک لکیر کھینچی جیسے کہ یہ بتا رہا ہو کہ قسمت وہیں لکھی ہے۔ پربھو نے بھی اتفاق رائے کا اظہار کرنے کے لئے وہی انداز اختیار کیا اور اپنے ہاتھوں سے گڑ صاف کرتے ہوئے کہا۔ 'تمہارا کیا خیال ہے جوئسرے کیا وہ جیل بھیج دیا جائے گا؟'

وینکٹ نے شاپنگ بیگ اٹھا کر چلنے کے لئے تیار ہوتے ہوئے کہا۔ 'جو کچھ اس کی قسمت میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ میں نے اسے ضمانت پر چھڑا لیا۔ پولس انسپکٹر کے لئے آئل مساج کا انتظام کیا اور پرنسپل کے لئے بھی۔ اب جج کا مساج کرنا ہے.....'

وینکٹ کی ہنسی نے مجھے پریشان کر دیا لیکن پربھو نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ وہی ذرا سا وینکٹ، قصبے بھر کے لئے ہنسی کا موضوع! ذرا سی بھی شرم نہیں۔

ہم کاریکوپا گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ پگڈنڈی کا تھا جوان برسوں میں ذرا سا بھی نہیں بدلا تھا۔ میں وینکٹ کے خلاف شدید غصہ محسوس کرنے لگا۔ وہ ہمیشہ اسی طرح کم عقل رہا ہے۔ ایک بار ہندوستان چھوڑو تحریک کے دوران اس جینیس نے ہم کو تو مصیبت میں پھنسا دیا۔ تب ہم ہائی اسکول میں تھے۔ ایک بار اس نے آدھی رات میں جاگ کر کہا۔ 'چلو ہم چل کر میل باکس چوری کر لیں'۔ نئے چاند کی بہت زیادہ تاریک رات تھی، ہم اندھیرے میں میل باکس دریا کنارے لے گئے اور اسے ریت میں دبا دیا۔ اگلے دن سارے قصبے میں ہنگامہ برپا تھا۔ ہم معصومیت کا لبادہ اوڑھ کر احتجاجی جلوس کے ساتھ گئے۔ ہم نے نعرے لگائے اور لیڈروں کے لئے قصیدہ خوانی کی۔ 'مہاتما گاندھی زندہ باد'، 'کملا دیوی زندہ باد' تاڑی کی دکانوں کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اسکول گراؤنڈ میں دھرنا دیا اور یہ سب کچھ وینکٹ کی لیڈر شپ میں۔ لیکن اسے بک بک کرنے کا شوق تھا۔ ایک دن سڑک پر قصبے سے

Scanned by CamScanner

باہر کے کسی آدمی نے روکا شاید یہ معلوم کرنے کہ کافی کہاں ملے گی۔ ہمیشہ مدد کے لئے تیار وینکٹ اسے شین اپیا کی کافی شاپ میں لے گیا۔ اس کم عقل کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آدمی سی آئی ڈی کا جاسوس تھا۔

'کیا تمہیں معلوم ہے کہ شواموگا کے طلبا کیسا ہنگامہ کر رہے ہیں۔' چالاک سی آئی ڈی ایجنٹ نے گرما گرم کافی پیتے ہوئے اکسایا۔

'تمہیں معلوم ہے کہ ہنگامہ کرنے میں صرف شواموگا کے طلبا ہی شامل نہیں ہیں۔'

'جانے بھی دو، یہاں کے طلبا میں تو حکومت کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔' سی آئی ڈی ایجنٹ نے اسے چھیڑا۔ بس پھر کیا تھا، وینکٹ ہماری گذشتہ رات کی مہم کے بارے میں ڈینگیں مارنے لگا۔ نتیجہ۔ پولس ہمیں وینکٹ کے ساتھ ڈبل مارچ کراتی ہوئی دریا کنارے لے گئی۔

پھر کیا ہوا؟ پورا قصبہ دریا کنارے جمع ہوگیا۔ پولس ہمیں پھاوڑے دے کر چلائی، 'تم بیوہ کے بیٹو— اب کھودنا شروع کرو۔' آگ برساتی دھوپ میں ہم کھودتے اور کھودتے رہے۔ آخر کار ریت سے میل باکس باہر نکالا اور سب کے سامنے ہمیں خود اسے پوسٹ آفس لے جانا پڑا۔ پولس کو اب بھی اطمینان نہیں ہوا بعد میں انہوں نے اپنے ٹرک میں لے جا کر سکرے بایالو جنگل میں چھوڑ دیا۔ ہم گرتے پڑتے جنگلی بیر اور جو کچھ مل سکا وہ کھاتے ہوئے اگلے دن مرتے کھپتے قصبے میں آئے۔

اپنے غصے کے باوجود وہ سارے واقعات یاد کر کے مجھے ہنسی آگئی۔ وینکٹ بھی ہنسی میں شامل ہوگیا اور بیگ نیچے رکھ کر تالی بجاتا ہوا ناچنے لگا۔

'تمہیں معلوم ہے کہ تم بالکل فضول احمق انسان ہو۔' میں نے اس سے کہا۔ اگر چہ وہ عمر میں مجھ سے بڑا تھا لیکن میرا اہم جماعت تھا کیوں کہ وہ امتحان میں کئی بار فیل ہو چکا تھا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی۔ ایک بدمزاج عورت سے۔ کبھی کبھی اسکول آتے وقت اسے کسی نہ کسی کے گھر کی کسی تقریب میں شرکت کے لئے اسے ساتھ لانا پڑتا تھا۔ جب وہ بازار میں پہنچتے تو وہ اسے چند قدم پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاتا جیسے کہ وہ اس کے لئے اجنبی ہو اور وہ اس بیچ لپک کر اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتی۔ اس طرح جب ہم لوور سیکنڈری اسکول میں تھے تو ہمیں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے۔

ایک بار ریاضی کے استاد ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ بید سے اس کی پٹائی کر رہے تھے کہ وینکٹ نے ایک کتاب

Scanned by CamScanner

سے اپنے بچاؤ کی کوشش کی۔ عاجزی کے ساتھ کہا۔' جناب برائے مہربانی، میں شادی شدہ مرد ہوں مجھے نہ ماریئے۔'
اس پر استاد کو اتنی ہنسی آئی کہ انہوں نے اپنی پگڑی کھول ڈالی اور اپنے کھریا آلود ہاتھوں سے چہرے کا پسینہ پونچھنے لگے۔ استاد کا چہرہ مضحکہ خیز معلوم ہو رہا تھا۔ اس پر ہم سب کو ہنسی آ گئی۔ تب وینکٹ ڈسٹر اٹھا کر اس سے استاد کا چہرہ صاف کرنے لگا۔ اس پر ہم اور زیادہ ہنسنے لگے۔ جب ٹیچر اسے دوبارہ مارنے کے لئے اٹھے تو وہ ڈیسک کے نیچے گھس گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

'میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی میرے جسم پر بید کے نشان دیکھے۔ براہ کرم مجھے نہ ماریئے۔' ٹیچر جو جوڑوں کے درد کے مریض تھے، اس لئے نیچے نہ جھک سکے اور انہوں نے وینکٹ کے چوتڑوں پر لاتیں مارنے پر قناعت کی اور زیادہ زور سے اسے ڈانٹتے پھٹکارتے رہے۔

اب بھی وینکٹ مجھے ہنسا رہا تھا جیسے یہ ثابت کر رہا ہو کہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس پر غصہ کرے۔ پھر بھی یہ سوچ کر کہ اس نے کس طرح اپنے بیٹے کی پرورش کی کہ وہ غیر ذمہ دار بن جائے، میں اسے سختی سے ڈانٹنے لگا، 'تم فرار پسند ہو، ناقص العقل ہو!'

'یہ سارا طیش، یہ سارا غصہ بھلا تمہیں کہاں پہنچائے گا۔ آؤ میں تمہارے سارے غصے کو مساج کے ذریعہ نکال دوں گا۔' کسی لڑکے کی طرح جس کے پاس دکھانے کے لئے کوئی انوکھی چیز ہو، اس نے قدم تیزی سے بڑھائے۔

'میرا انتظار کرو۔' میں نے کہا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا۔ 'میں نے تمہارے ساتھ بے پرواہی برتی اور گذشتہ دوروں میں تم سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ آج اتفاقاً تم سے ملاقات ہوگئی اس لئے تم مجھ سے کھیل رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ ایک کھیل ہے اور یہ دیر سویر ختم ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ مسخرا پن کچھ دنوں سے تمہاری عادت بن گیا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں سوکھ رہا ہوں۔ میں خیالی پلاؤ نہیں پکاتا۔ ایک مبہم خوف مجھ پر مسلط رہتا ہے میرے لکھنے لکھانے میں رکاوٹ آ گئی ہے۔ میں پرشکوہ الفاظ بولتا ہوں اور سادہ لوح لوگ تعریف میں سر ہلاتے ہیں۔ جب یہ ڈرامہ ختم ہو جاتا ہے تو خالی پن رہ جاتا ہے۔ میں چیزوں کو کیوں نہیں دیکھتا۔ کیا تم چیزوں کو دیکھتے ہو یا تم بھی دیکھنے کا بہانہ کرتے ہو۔ تمہاری یہ کسر نفسی ایک دکھاوا ہے۔ ہے نا؟ یا یہ کہ شاید میں تمہارے بجائے زبان یا اسلوب میں اعلیٰ موضوعات کے بارے میں لکھ کر ایک خالی ظرف ہو گیا ہوں — جب کہ میں تمہیں بہت قریب سے بچپن ہی سے جانتا ہوں۔'

Scanned by CamScanner

'مجھے کیدگی پھولوں کی خوشبو آرہی ہے۔' وینکٹ نے دیو مالائی راکشش میں انسان کی موجودگی کا پتہ لگنے پر کہا تھا۔ وہ نتھنے پھلا کر ادھر ادھر سونگھنے لگا۔ اس بیچ میں نے اس سے اپنے خیالات کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ جھولا نیچے رکھ کر جھاڑیوں میں یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا۔

'میری بیٹی گنگا اپنے بالوں میں کیدگی کے پھول لگانے کی بہت شوقین ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس وقت کیدگی کا موسم تھا۔ ستیاناس ہو کیدگی کے پھولوں کا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔' کچھ دیر بعد خالی ہاتھ لوٹتے ہوئے وینکٹ نے کہا..... 'آیئے، ہم چلیں۔'

راستے میں ایک شخص نظر آیا جو کانوں میں سونے کی گل میخیں پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سر پر کپڑوں کا ایک گٹھر لدا تھا۔ اس نے پان کی پیک تھوکتے ہوئے کہا۔ 'ارے، میں ابھی تمہارے گھر کے پاس سے گزرا تھا۔ تمہاری بیوی نے مجھے روک لیا اور تمہاری برائی کرنے لگی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم صبح بازار گئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے ہو۔ اس نے تمہیں کھری کھوٹی سنائی.....'

وینکٹ نے اس کے سر سے گٹھر اٹھانے میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ 'جب تم نے اس سے بات کی تو وہ آگے کے آنگن میں تھی یا پیچھے کے آنگن میں۔ براہ کرم مجھے بتاؤ کہ اس نے ہمارے مکان کے کس حصے میں تمہارا استقبال کیا؟'

وہ شخص اس تھیٹریکل انداز سے لطف اندوز ہوا۔ اس نے بقیہ پیک تھوکی۔ دھوتی کے پلے سے منہ صاف کرنے کے دوران اس کے منہ میں سرخ دانت نظر آئے۔ اس نے کہا۔ 'کیوں؟ یہ پیچھے کے آنگن کی بات ہے۔'

'تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے پیچھے کے آنگن میں اگنے والے چوگیٹ سوپو کی پالیا ڈش بنائی ہوگی۔ میری بیوی کھانا پکانے میں اتنی ماہر ہے کہ وہ مویشیوں کے چارے سے بھی ایک لذیذ ڈش بنا سکتی ہے۔ ہم شکر گزار ہیں اس عالم کے جس نے ہمیں اچھی خبریں سنائیں۔'

وہ شخص جو اپنے راستے پر جانے لگا تھا، پیچھے گھوما، 'لیکن وہ بدزبان ہے۔' اس نے کہا، 'برسبیل تذکرہ، جوئسا، تمہارا لڑکا سبا اتنا کم ظرف اور چڑچڑا کیوں ہے۔ میں نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں۔ میں اس بدمزاج لڑکے سے کہنے والا تھا 'جہنم رسید ہو' لیکن میں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے والوں میں سے نہیں ہوں، اس لئے میں خاموش ہی رہا۔ تمہاری اور میری طرح کے لوگ جو

Scanned by CamScanner

دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن تمہارا بیٹا تو ہم سے مختلف ہونا چاہتا ہے۔ ان لڑکوں کا یہ ہی حال ہوتا ہے جو کالج جاتے ہیں۔'

اپنے ایک ہاتھ سے سر پر گٹھر سنبھالتا اور دوسرا ہاتھ ہلاتا ہو، آسمانی نامہ بر رخصت ہوگیا 'تم کتنا صحیح کہتے ہو!' وینکٹ نے اس سے کہا اور میرے ساتھ آکر ہنس چال چلنے لگا جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ کیسا آدمی ہے! مجھے اب یقین ہوگیا تھا کہ وینکٹ نے اپنے سارے معاملات کو الجھا دیا ہے۔ لیکن دیکھئے، پھر بھی وہ کس بے پرواہی سے جارہا ہے۔ کیا وہ اپنی بدقسمتی کا عادی ہوگیا ہے یا پھر وہ ایک ماہر جعل ساز ہے یا ایک خستہ حال نظر آنے والا سنت ہے۔ میں سوچتا رہا۔

'اب تمہارے کتنے بچے ہیں؟' میں نے پوچھا۔

'چار۔ ہمارا صرف پہلا لڑکا ہے۔ لڑکیوں کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور اسی لئے میری بیوی بھیانک چامنڈی دیوی کے علاوہ جو وہ پہلے سے ہی تھی اب آگ اگلنے والی 'کالی' بھی بن گئی ہے اور بہ ہر حال میں کالی کا بھگت ہوں اس لئے اس کا قہر بھی میرے لئے فضل وکرم ہے۔ اس طرح میں اس دنیاوی وجود میں بہ خیر وعافیت رہ لیتا ہوں۔'

اس کی ڈرامائی تقریر میرے لئے کوفت کا باعث ہونے لگی تھی۔ وینکٹ کی طرح کے لوگ آخر اولاد کی پرورش کیوں کرتے ہیں۔ ہر خاص وعام کے سامنے ذلت کی زندگی کیوں گزارتے ہیں۔ جب مارکس نے دیہاتی زندگی کی حماقت کی بات کہی تھی، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پیش نظر وینکٹ کی طرح کے لوگ رہے ہوں گے۔ میں نے دل میں سوچا، مجھے لگا کہ وینکٹ ان سب کی نمائندگی کرتا ہے جو انتہائی مجہولیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اگر میں شہر میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا تو میں یقیناً اپنی سوچ کا اظہار کچھ اس طرح کرتا۔ ارے کیا ہمارے ملک میں کبھی انقلاب آئے گا، یہاں وینکٹ کے سامنے حتی الامکان سنجیدگی کے ساتھ اپنے نظریات پیش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بھلا وہ میری کسی بھی بات پر دھیان دے گا؟

'ذرا سا بھی پانی نہیں برسا..... آموں کی فصل ہونا ایک معجزہ ہوگا۔ پچھلے سال ایک بھی امبیا نہیں نکلی..... تم وہاں وہ درخت دیکھتے ہو کبھی کبھی وہاں سینکڑوں طوطے آکر رہنے لگتے ہیں ..... وہ پہاڑی پیکاک ہل کہلاتی ہے۔ وہاں ایک گپھا بھی ہے۔ جب میرے سارے بچوں کی شادی ہوجائے گی تو میں اسی گپھا میں رہوں گا۔ اس گپھا

Scanned by CamScanner

سے جو منظر نظر آتا ہے وہ مسحور کن ہے۔ میں بس اپنی بیوی کو اختیار دے دوں گا کہ وہ میری پنشن لیتی رہے اور پھر میں جا کر وہیں رہنے لگوں گا۔'

اور وہ اس طرح بولتا اور بولتا رہا جب کہ اس کے ساتھ میری بات چیت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ 'اور سیاست ہماری طرزِ زندگی میں تبدیلی کے علاوہ اور کیا ہے.....

لیکن تبدیلی کس لئے؟ مراعات یافتہ کے لئے یا ناداروں کے لئے؟ ایسی تبدیلی کے لئے جوش اور جذبہ کیوں ضروری ہے..... ساری سیاست ساری سائنس کی بنیاد میں شوق ہے، چیزوں اور لوگوں کی فطرت بدلنے کا اور اپنی امیدوں اور تمناؤں میں دوسروں کو شریک کرنے کا ..... یہ مذہبی سرگرمیوں کی بنیاد بھی ہے کیوں کہ مذہب سیاست ہے ہمیشہ قائم رہنے والے کی..... کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارے بال بچے بھی اسی راستے پر چلیں جسے تم نے سچا راستہ سمجھا ہے۔ حسبِ سابق حالت رہنے کی تمنا بھی سیاست ہے..... کیا تم جانتے ہو کہ کیوں؟ تبدیلی چیزوں کی فطرت میں ہے۔ کچھ لوگ اپنے مقصد کے لئے تبدیلی سے بچنا چاہتے ہیں لیکن وہ ایسا طویل عرصے تک نہیں کر سکتے..... سب چیزیں پھیلتی ہیں، ساری چیزیں پھٹ جاتی ہیں۔ کوئی بھی چیز ویسی کی ویسی نہیں رہ سکتی اس لئے ہمیں مستقل طور پر ایسے نظام کے لئے کوشش کرنی چاہئے جسے ہم درست نہیں سمجھتے ہیں۔'

اور میں اسی قسم کی باتیں کرتا رہا۔ 'ہر چیز وہی ہے جس فطرت کے ساتھ وہ پیدا ہوئی تھی۔' یہ کہتے ہوئے وینکٹ نے بیگ نیچے رکھ دیا اور منہ آسمان کی جانب اٹھایا اور ہاتھ اس طرح ملائے جیسے دعا مانگ رہا ہو۔

میں سرنگوں ہوتا ہوں تم جیسے ہیروؤں کے آگے۔ لیکن تمہیں وینکٹ جیسے ضعیف العقل کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ پھر تم ہیروؤں کے سر پر گرمی چڑھ جاتی ہے تو تمہیں مجھ جیسے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو تمہاری ٹھنڈک دینے والی مالش کر سکیں!' یہ کہہ کر وہ اپنے آگے خیالی سر کی مالش کرنے لگا۔

'جہنم رسید ہو۔' میں نے غصے میں کہا۔ وینکٹ نے دیکھا کہ میں واقعی غصے میں ہوں۔

'انتو — ادھر دیکھو۔ دنیا کو بدلنا تو بڑی بات ہے۔ میں اس عورت کو بھی بدل نہیں سکا جس سے میں نے شادی کی ہے۔ آج میں زندہ ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اس بات کی کوئی گارنٹی ہے کہ کل میں زندہ رہوں گا۔'

ہم ایک مقام پر پہنچے جہاں ہمیں پایاب مقام پر عارضی بنائے ہوئے پل پر سے گزرنا تھا جو تین پام کے درختوں سے بنایا گیا تھا۔

Scanned by CamScanner

'پہلے آپ لیکن احتیاط سے۔' وینکٹ میرے پار کرنے کا انتظار کرتا رہا۔ میں پل پر انتہائی احتیاط سے چلا اور پھر پایاب مقام کی دوسری جانب اس کا انتظار کرتا رہا۔ اس بات سے مطمئن ہوکر کہ بالآخر میں نے اسے اپنی گفتگو میں شامل کرلیا ہے، میں نے کہا، 'ہم کل مر سکتے ہیں یا نہیں یہ اور بات ہے۔ بہ ہر حال دوسرے لوگ تو ہوں گے جو زندہ رہیں گے.....'

میں نے اس بات پر زور دیا کہ مجھے جھولا لے کر چلنے دے۔ ہم دھان کے کھیت کے کنارے چل رہے تھے۔

'انشو، کیا تم جانتے ہو کہ پل پار کرنے سے ٹھیک پہلے ہم جن درختوں کے جھنڈ سے گزرے تھے اس میں پنچورلی کی آتما رہتی ہے۔ ایک بار، کافی عرصہ پہلے جب میں اس جھنڈ سے گنگناتا ہوا گزر رہا تھا، اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ میں نے اپنے پیچھے پتوں کی سرسراہٹ سنی۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ آواز کیسی تھی؟ ایک چیتا! میں بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو پتہ چلا کہ میں نے اپنی دھوتی بھگودی تھی۔'

'تم مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہو؟'

'ارے، کسی خاص وجہ سے نہیں۔ انشو دیکھو میں بہت بزدل ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کہوں۔ جب تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے تم پر پنچورلی کی آتما نے قبضہ کرلیا ہے میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں..... 'میں ایسا ہی ہوں بھلا میں کیا کرسکتا ہوں'— وہ بدزبان ہے لیکن وہ ایک اچھی عورت ہے— اگر میں یہ کہتا ہوں کہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے تو وہ میلوں چل کر دوا بنانے کے لئے کوئی جڑی بوٹی لائے گی..... میں وہ چیتا دیکھ کر سہم گیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ کیوں؟ کیوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ چیتے کو کس طرح لا کر اس کی تیل مالش کر کے اسے پرسکون کردوں..... اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس کی مونچھیں پکڑتا اور ماتھے سے مالش شروع کرتا.....

وینکٹ دیوانہ وار ہنسنے لگا..... اسکول کے دن یاد کر کے جب اس کی پٹائی ہوا کرتی تھی۔ میں بھی ہنسنے لگا لیکن اس شک نے کہ ان کہے خیالات اس کی ہنسی میں شامل تھے اور وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا، مجھے کچھ بے چین کردیا۔

'تم احمق ہو! کیا کوئی شخص کسی انا کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے..... شریف ترین انسان کو بھی انا کی ضرورت ہوتی ہے۔' میں نے کہا اور مجھے احساس ہونے لگا کہ وینکٹ اور اس کی پسند کو ختم کئے بغیر کوئی تریق، کوئی بجلی، کوئی دریا

Scanned by CamScanner

کے باندھ، پنسلین، فخر اور اعزاز نہیں ہے، کوئی جذباتی ہم بستری نہیں ہے، کوئی عورت کو آسودہ کرنا نہیں ہے، کوئی نقطۂ عروج نہیں ہے، کوئی پرواز نہیں ہے، زندگی کی کوئی مسرت نہیں ہے، کوئی یاد نہیں ہے، کوئی سرمستی نہیں ہے، کوئی فرحت نہیں ہے۔ میں نے ایسے خیالات کے استغراق کے عالم میں دیکھا کہ وینکٹ دھان کے کھیت کے کنارے کھڑا ہے اور وہ روحانی مسرت سے سرشار ہے۔ میں الجھن میں پڑ گیا۔ کیا وہ مجھ پر ترس کھا کر ہنس رہا تھا۔ مجھے یقین نہیں۔

'تم کہتے ہو کہ تمہاری شادی کرنے لائق لڑکیاں ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ اگر وہ گمراہ ہو جائیں تو کیا ہو؟'

میں نے پوچھا۔ میں اس وینکٹ کو اذیت دینے کی کوشش کر رہا تھا جو مجھ پر اتنا مہربان ہو سکتا تھا۔

'اگر تم ان کے لئے شوہر تلاش کر سکو تو میں بہت شکر گزار ہوں گا۔ میرے پاس انہیں جہیز دینے کے لئے پیسہ کہاں ہے۔ وہ لڑکیاں انمول ہیرے جواہرات ہیں۔ بھلا وہ گمراہ کیوں ہوں گی؟ پھر بھی اگر بہک جائیں تو ان کی قسمت ہے۔ میں بھلا اسے کیسے ٹال سکتا ہوں۔'

بے اختیار کر دینے والی اس ایمان داری نے مجھے لاجواب کر دیا۔ میں بھلا اس سے کیا کہوں کہ وہ جا کر پیسہ جمع کرے، کسی طرح سماج میں انقلاب لائے۔

مسکراتے ہوئے لیکن کسی مذاق کے بغیر وینکٹ نے کہا، 'دیکھو، میں بہ ہر حال پجاری ہوں۔ پوجا کرنا میری فطرت ہے۔ ہر چیز جو مجھے دکھائی دے اس کی پوجا کرنا۔ اگر میں کچھ لوگوں سے آگے بڑھ جاؤں تو میں پوجا کرتا ہوں۔ میں پنچورلی، بھوتوں اور مختلف آتماؤں کی پوجا کرتا ہوں۔ میں اسکول انسپکٹر، پولس سب انسپکٹر، عمل دار اور اب تمہاری پوجا کرتا ہوں اور پرانے زمانے میں بھاشیم کی۔ اس طرح ہر ایک چیز کی پوجا کرنا میرا انداز ہے۔ تم اپنی مصیبتوں سے سر ٹکرا کر کیا پاتے ہو؟ ایک سوجا ہوا سر۔ دیوی ماتا نے اب تک میری دیکھ بھال کی ہے۔ میری بیوی رگو کیلے کے پتوں سے پیالیاں بناتی ہے۔ میں انہیں سر پر رکھ کر بازار لے جا کر بیچتا ہوں۔ جلد ہی میری پنشن مجھے دوبارہ ملنے لگے گی۔ ایک دن میں نے اپنے علاقے کے ایم ایل اے کی بہترین مالش کی تھی۔ میں انہیں بتا رہا تھا کہ میں کس طرح جیل میں بھاشیم کو اپنی تیل مالش سے چاندنی دکھایا کرتا تھا..... دیکھو یہ پیڑ کس طرح ایشور کو اپنے اندر متشکل کیے ہوئے ہے۔ اس طرح ہمیں بھی ایشور کو اپنے اندر متشکل کرنا چاہئے۔ لیکن غالباً ابھی تک کچھ تلخی میرے اندر باقی ہے ورنہ میرا بیٹا سبا اتنا گرم مزاج نہ ہوتا۔'

Scanned by CamScanner

وینکٹ نے بیگ میرے ہاتھ سے چھین لیا تا کہ میں آزادی سے چل سکوں۔ اور وہ اپنی پسندیدہ چڑیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتانے لگا، 'ان چڑیوں کو دیکھو۔ انہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ ہم انہیں دیکھتے ہیں یا نہیں۔ انہیں نہ آپ کی سماجی تبدیلی چاہئے اور نہ میری مالش۔ وہ خطرناک ترین لوگوں کے سر پر بیٹ کر جاتی ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے انہیں نہ ضعیف العقل ہونے کی ضرورت ہے اور نہ احمقانہ طور پر نڈر ہونے کی۔ انتو— کیا تم بھی ایسا نہیں سوچتے؟'

میں تیز قدمی سے چلنے لگا کیوں کہ مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میرے پیچھے وینکٹ میری چال کی نقل اتار رہا تھا جس طرح وہ اسکول کے دنوں میں میری نقل اتارا کرتا تھا۔ کیا میں اس زمانے کی طرح اب بھی لڑکھڑا کر چلتا ہوں۔ میں یہ سوچنے لگا تو مجھے ناگواری کا احساس ہوا۔

دیہاتی ادھر ادھر بیٹھے فکرمند سے نظر آرہے تھے کیوں کہ بارش نہیں ہوئی تھی۔ 'جوئسرے، بارش کب ہوگی؟' کوئی مذاق سے پوچھتا جس کا جواب وینکٹ بناوٹی سنجیدگی سے دیتا۔

'صرف ایک ہفتہ اور انتظار کرو۔'

'اب تو تمہارے لئے پتے بھی نہیں ہیں کہ تم پیالیاں بنا سکو۔ کیا تمہارا جیوتش شاستر اور جادوٹونا ہوائی ہے؟' ایک پتلون پہنے ہوئے نوجوان نے بہ مشکل چھپے ہوئے طنز سے پوچھا۔

'حال میں ہم جنگل کے متوگا پتوں سے پیالیاں بناتے آئے ہیں ہمیں کسی نہ کسی طرح تنگی ترشی سے گزر بسر کرنی ہے۔' وینکٹ نے سکون سے جواب دیا۔

'ارے چکا— لگتا ہے تمہارے مالک کی ایک گائے گم ہوگئی تھی— وہ میرے پاس تعویذ بنوانے آیا تھا۔ کیا اس کی گائے واپس آگئی؟' اس نے ایک چرواہے سے پوچھا۔

'جی ہاں، وہ لوٹ آئی۔' گولیاں کھاتے ہوئے ایک لڑکے نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ میں نے سوچا یہ وینکٹ کا روزمرہ کا معمول ہوگا۔

یہ ایک سادہ لوح کی زندگی تھی— ہر ایک کے لئے کھلی ہوئی— جو نہ پھل پھول رہی تھی، نہ مرجھا رہی تھی۔ وہ ہنستا ہے، دوسروں کو ہنساتا ہے۔ جو پیکاک ہلس کی گپھا میں اکیلے رہنے کے خواب دیکھتا ہے، ہمیشہ دوسروں سے دب جاتا ہے۔ اس کی بیوی اس کا مذاق اڑاتی ہے۔ جس ناگ کے پھن میں ہیرا ہوتا ہے اس کے منہ میں زہر بھی

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے۔اس وینکٹ میں کوئی زہر نہیں ہے۔کوئی شدید جذبہ نہیں ہے کوئی شدید غصہ نہیں ہے۔کوئی حسد نہیں ہے۔

وینکٹ نے مجھے ایک پیڑ دکھایا جس کا گھیر بہت زیادہ تھا۔اس پیڑ کے بارے میں ایک غیر معمولی بات ہے۔دیکھو کس طرح اس کا ہاتھ نما ایک حصہ زمین کی طرف اشارہ کر رہا ہے،' وہ کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ اس کے نیچے ایک خزانہ مدفون ہے۔' اس نے کہا۔

میں ہنسا۔

'کچھ لالچی لوگوں نے خزانہ نکالنے کی کوشش بھی کی لیکن یہ کسی کو کس طرح مل سکتا ہے؟ یہ ایک آتما جیٹیگا کا ہے جو اس پیڑ میں رہتی ہے۔'

میں اس کی اپنے ماحول کے بارے میں معلومات سے حیران تھا۔یہ، میرا بچپن کا دوست، اس جگہ کے ہر مربع فٹ کے تعلق سے مشہور روایات کے بارے میں مفصل بیان دے سکتا ہے۔اس نے اس دھرتی کے لاتعداد بھوتوں اور آتماؤں سے تربیت پا کر اپنا ایک فلسفہ تشکیل دیا تھا۔

مجھے اس کے بارے میں یہ تب معلوم ہوا جب وہ مجھے جنگل کے راستوں کی بھول بھلیاں میں گھماتا ہوا مجھے ان روایات کے بارے میں بتاتا رہا جن کا تعلق ان پوشیدہ راستوں کے دیومالائی ماضی سے تھا۔'ایک بر سیتا میا.....' اور اس طرح وہ رامائن کی ایک روایت شروع کرتا جب رام جی اور سیتا جی جنگل میں مصائب کی زندگی گزار رہے تھے اور پھر وہ مجھے ایک لس دار پتی دکھاتا جو بقول اس کے سیتا جی اپنے دیئے کی بتی کے طور پر جلایا کرتی تھیں۔ سامنے کے پیڑ پر مدھم سرخ نیلگوں پھول دکھاتا، جو وہ پھول تھا جسے رام جی سیتا جی کے بالوں کے لئے لائے تھے۔ وہاں وہ چٹان تھی جسے لکشمن جی نے اپنے تیر سے چیر دیا تھا اور اس میں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔چٹان میں جو کھوکھل تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وینکٹ نے مجھے چیلنج کیا،'ذرا میں بھی تو دیکھوں ہتھیلی سے اس کھوکھل سے کس طرح پانی نکالتے ہو؟' میں نے کوشش کی لیکن میں جتنا پانی نکالتا اتنا ہی کھوکھل بھر جاتا۔

اس نے مجھ سے پانی پینے کے لئے کہا تو میں نے پانی پی لیا۔پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔'یہ وہ پانی ہے جس سے شری رام نے یہ لنگ مورتی دھوئی تھی۔' اس نے چٹان کے ایک ابھار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا اور اس پر وہ پانی چڑھایا جو اس نے کھوکھل سے نکالا تھا۔پھر وہ آنکھیں بند کر شومندر کے بیل کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اس نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہے۔'کچھ لوگ ایشور کو اپنے پتا کی طرح مانتے ہیں اور کچھ ماں کی طرح۔وہ جن

Scanned by CamScanner

کے لئے ایشوران کی ماں ہے، وہ ہمیشہ اس کی چھاتی پر نظر رکھتے ہیں جو بھری بھری ہے اور جس سے دودھ چھلک رہا ہے، وہ اسے چوسنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ یہ ضائع ہو۔ وہ کسی اور کی چھاتی بھی نہیں چاہتے۔ جن کے لئے ایشور باپ ہے وہ ایشور کی آنکھ دیکھتے ہیں اور مخمور ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر چیز دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ساری دنیا کو اپنی آنکھوں سے پی جانا چاہتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی دیکھنے کی خواہش آسودگی سے ہمکنار نہیں ہوتی۔ وہ بچہ جو چھاتی سے دودھ چوس رہا ہے، کبھی کبھی چوسنے کے دوران سو جاتا ہے، جاگتا ہے پھر چوسنے لگتا ہے۔ میں چوسنے والوں کی قسم کا ہوں۔ تم وہی قسم دیکھ رہے ہو..... سنت شنکر جو کائنات کو دیکھ کر سمجھنا چاہتے تھے، آخر کیوں ان میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ شیر خوار بچے کی طرح اس کا ذائقہ چکھیں۔ حیران ہوتا ہوں۔ کسی چیز کے انجذاب کے لئے اسے سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ زمین کا کیڑا اسے جذب کر لیتا ہے۔ پیڑ اسے جذب کر لیتا ہے۔ وہ زندہ رہتے اور پھلتے پھولتے ہیں..... شاید ماتا دیوی تم کو اپنی چھاتی سے الگ کر دیتی ہے اور تمہیں لٹا دیتی ہے، تم نے کافی پی لیا ہے۔ تم شاید اپنی آنکھوں کھولو اور دیکھو لیکن یہ ماتا دیوی کی مرضی پر منحصر ہے، کبھی کبھی ایک چھاتی الگ کر کے دوسری چھاتی سے لگا دیتی ہے ایک چھاتی سے گزر کر دوسری چھاتی پر جانا زندگی سے موت کی طرف جانا ہے۔

کچھ خوش نصیب آتمائیں اس کی آنکھوں کی جھلک بھی دیکھ سکتی ہیں اگر وہ ڈر سے چیخیں نہیں۔ وہ سارا شاندار ہیروازم میرے لئے نہیں ہے۔ شاید میری طرح کے احمق اس دنیا کی خدمت کرتے ہیں۔ اب تم بھی چھاتی چوسنا چاہو گے۔ یہ فطری بات ہے تم بھی چوسنے کے دوران ماں پر لاتیں چلاتے ہو۔ علاوہ ازیں اس سے پہلے کہ تم دنیا کو اپنا ہم خیال بنانے کے مشن پر روانہ ہو، کیا تمہیں ماتا دیوی کے ٹھنڈے دودھ کی ٹھنڈی غذائیت اور میری تیل مالش کی ضرورت نہیں جو میں کرنے والا ہوں۔

بھاگوت ڈراما کے کسی عالم سنت کی طرح بول کر وینکٹ خود اپنی خوش بیانی سے مسحور ہو گیا۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس نے نسوار کی چٹکی سونگھی اور کہا۔ 'انتظار کرو اس وقت کا جب میری بیوی تمہیں میرے ساتھ دیکھ لے۔ اس کا بدزبان منہ فوراً بند ہو جائے گا۔ اس امکان کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھ کر وہ دوڑنے لگا۔ گھٹنوں کے رگڑ کھانے کی وجہ سے وہ بھدے پن سے چل رہا تھا۔

ہمارے سامنے ایک صفائی اور قلعی سے محروم ٹوٹا پھوٹا سا مکان تھا۔ 'یہ شیشنا کا مکان ہے وہ بہت بیمار ہے۔

Scanned by CamScanner

آؤ، اندر چل کر اسے دیکھیں۔' وینکٹ نے کہا اور بیگ سامنے والے دروازے پر چھوڑ کر مجھے اندھیرے برآمدے میں لے گیا۔ 'اچّر کے بیٹے، یہ انتو صاحب ہیں، میسور میں پروفیسر ہیں، تم تو ان سے واقف ہونا؟' اس نے کہا۔ اپنی آنکھیں اندھیرے سے ہم آہنگ کر کے اور وینکٹ کے الفاظ پر غور کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے کہا۔ اس وینکٹ کو دیکھو۔ یہ فلسفی بھی ہے اگر میں اس کا جواب دوں گا تو مجھے بامحاورہ انگریزی الفاظ استعمال کرنے ہوں گے یا میں ان الفاظ کا ترجمہ کروں جو اس کے لئے نامانوس ہوں گے۔ کچھ اس طرح، اذیت کے لئے غیر سنجیدہ بے حسی .....ایک بزدل کا راضی برضا ہونا..... غیر مستند وجود..... فراریت.....تو ہم پر مبنی آسودہ خاطری..... دیہاتی احمق کی معصومیت..... وغیرہ وغیرہ۔

میں نے جو کچھ اس کے بارے میں لکھا اگر وہ پڑھے گا تو اس طرح پڑھے گا جیسا وہ اپنے آپ کو جانتا ہے۔ وہ سادہ لوح ہے اس لئے اس پر طنز کا اثر نہ ہوگا۔ دنیا کا مسلسل پیچ و تاب، گفتگو کی روانی اور تبدیلیاں اس کے لئے بے معنی ہیں جس کی اپنی کوئی خواہش نہ وہ، اس قسم کے غیر سیاسی شخص کے لئے میری تمام معلومات بے سود ہیں۔ وہ کنجر کی براہ راست ضد ہے۔ گاندھی جی بھی تبدیلی کے خواہش مند تھے اس لئے وہ اس میں شامل تھے..... ایک منٹ انتظار کیجئے۔ یہ وینکٹ جو شروع میں میرے لئے ایک کہانی کے طور پر آیا تھا اب ایک مضمون بنتا جا رہا ہے۔ میں اپنے آپ کو اس چیز کے مقابل پا رہا ہوں جو شروع میں لکھنے کے لئے صرف ایک موضوع تھا۔

'یہ شیشنا ہے۔ اس کا لڑکا بمبئی میں کام کرتا ہے جہاں وہ بم بناتے ہیں، بالکل آپ کی طرح اسمارٹ۔ میرا لڑکا بھی اس جیسا ہونا چاہتا ہے۔ اس نے ایک گوری عورت سے شادی کر لی ہے۔ وہ یہاں آئی تھی۔ ساری پہنے اور ماتھے پر کُم کُم لگائے ہوئے۔ وہ بالکل ماتا کالی دیوی جیسی دکھائی دیتی تھی۔ اس نے اپنے خسر سے کہا کہ وہ چل کر ان کے ساتھ رہیں۔ لیکن یہ شخص کیسے جا سکتا ہے وہ اپنے آلو اور پیاز کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ اپنے خاندان کا سربراہ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ لڑکا بھلا یہ بات کیوں برداشت کرے۔'

وینکٹ چھالیہ کے ٹکڑے کترتا رہا۔

شیشنا کھانسنے لگا کچھ اس طرح جیسے بے دم ہو جائے گا۔ وینکٹ نے اسے اٹھا کر اپنے سہارے بٹھایا اور اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے ایک پیالہ اس کے منہ سے لگایا۔ میں نے سوچا کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ وہ اپنا سر پیچھے کر کے کھانستے ہوئے سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا سر اٹھا کر وینکٹ نے اسے تھوکنے کے لئے اکسایا۔ شیشنا نے ضرور خون تھوکا ہوگا۔ وینکٹ نے اسے بستر پر لٹا دیا اور پیالہ خالی کرنے کے لئے مکان کے پچھواڑے

Scanned by CamScanner

چلا گیا۔ 'میں تمہارے لئے کافی بناتا ہوں۔' وہ یہ کہہ کر واپس آیا اور کچن میں چلا گیا۔ شیشنا منہ کھولے ہانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جھپک رہی تھیں۔ مدھم روشنی میں جو چھت کی شیشے کی ٹائل سے آ رہی تھی۔ میں وہاں دبک کر بیٹھا ہوا ان تو نبیوں کو گن رہا تھا جو چھت کی شہتیر سے لٹکی ہوئی تھیں۔ کونے میں ایک بوسیدہ سی چارپائی پر جو پتلے کمبل سے ڈھکی تھی، شیشنا لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس کی ٹی بی کی آخری اسٹیج ہوگی۔ غالباً وینکٹ خود اس کی تیمارداری کر رہا تھا۔ وینکٹ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا— دوسروں کی خدمت کرتا ہوا۔ اسکول سے واپس گھر جانے پر اس کے اسکول بیگ میں ہر قسم کے لئے دواؤں کی شیشیاں، نسوار کی شیشیاں، (ان عورتوں کے لئے جو اس کا استعمال چھپا کر کرتی تھیں) نوجوان لڑکیوں کے لئے ربن، جوئی نکالنے والی دوطرفہ کنگھیاں، انتھا کی پوجا کے لئے ریشمی دھاگے، گوری تہوار کے لئے چمک دار جھمل پنیاں، مسلمان کی دکان سے بچیوں کے لئے کمپٹ — ہر چیز، درسی کتابوں کو چھوڑ کو وہ اپنی چھتری کے ساتھ دوسروں کی پھٹی پرانی چھتریاں مرمت کرانے کے لئے اپنے ساتھ رکھتا۔ پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس، بالوں میں ایک تلسی کی پتی رکھے ہوئے وہ بازار میں اس طرح مٹرگشتی کیا کرتا جیسے وہ خود اس جگہ کا مالک ہو۔ وہ کبھی کبھی ہمارے لئے کھٹی کھجوریں لے آتا۔

شیشنا کے چہرے پر ذرا سی رونق آئی وینکٹ نے اس کا سر تکیے پر ٹکا دیا اور جانے کے لئے اٹھا، 'میں تمہارے لئے مسور کا پانی ملا ہوا چال کا دلیا بھجواؤں گا۔ میری بیٹی لے کر آئے گی۔' اس نے یہ کہہ کر مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

'تمہارا دوست میرے بیٹے سے واقف ہوگا، ڈاکٹر سبرامنیم شاستری۔ اس نے لندن میں تعلیم حاصل کی اور اب بمبئی کے اس ادارے میں انجینئر ہے جہاں ایٹم بم بنائے جاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ اسے تین ہزار روپے ماہانہ ملتے ہیں۔ وہ ایک وسیع و عریض بنگلے میں رہتا ہے۔' شیشنا نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ وینکٹ نے اسے لٹا دیا اور اسے سو جانے کے لئے کہا۔ اس سے رخصت لے کر میں گھر سے باہر آ گیا۔

مجھے اپنے سے چند قدم آگے رکھتے ہوئے وینکٹ نے چار دیواری کا دروازہ کھولا۔ 'آؤ اور دیکھو کہ میں کسے ساتھ لے کر آیا ہوں۔'

اس نے مجھے خودنمائی کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی بیوی کو بلایا۔ رگو جو برہمی کے عالم میں آئی تھی مجھے دیکھ کر ٹھنڈی پڑ گئی جیسے جلتی ہوئی لکڑی پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔ اپنے گیلے ہاتھ ساڑی کے پلو سے پونچھتے ہوئے وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

Scanned by CamScanner

'انتو نے اصرار کیا کہ میں یہ تمہارے لئے لاؤں۔ وہ میری بات مان نہیں رہا تھا'
وینکٹ نے ترکاریوں سے بھرا ہوا جھولا اسے دیتے ہوئے کہا۔ وہ بے شمار پریشانیاں اور مصیبتیں جو اس کے چہرے پر نقش ہوگئی تھیں اب تشکر کی مسکراہٹ میں تبدیل ہوگئیں۔

پیشانی پر کُم کُم کی چوڑی دھاری، چمپک کا پھول سفید ہوتے ہوئے بالوں میں لگا ہوا، باورچی خانے کے دھوئیں سے سرخ آنکھیں — رگو ہڈیوں کا ڈھانچہ زیادہ معلوم ہوتی تھی پھر شکنتلا، گوری اور گنگا آئیں۔ سن بلوغت میں قدم رکھ چکنے والی لڑکیاں ساڑیاں پہنے تھیں۔ ان کے بال صفائی سے گندھے ہوئے تھے۔ کانچ کی چوڑیاں، کان کے سارے آویزے، بالوں میں چمپک کے تازہ خوشبودار پھول — بس یہی تھی ان کی آرائش و زیبائش۔ ایک لڑکی شرماتی ہوئی میرے ہاتھ منہ دھونے کے لئے گرم پانی لائی اور دوسری ایک چھوٹا تولیہ — سب سے چھوٹی جو پیوند لگا اسکرٹ پہنے تھی، اپنی ماں کے پیچھے سے مجھے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چنبیلی کا ہار تھا جو وہ گوندھ رہی تھی۔ باہر اپنے پاؤں دھوتے ہوئے میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی — وہاں ایسے پھول تھے جو میں نے برسوں سے نہیں دیکھے تھے۔ طرح طرح کی چنبیلی، گلاب، گل داؤدی، شوفلاور، تمبے، پریجاتا، چمپک، شیل فلاور، پیکاکس پرائڈ — یہ سرسبز و شاداب باغ تھا۔ اگرچہ بارش نہیں ہوئی تھی پھر بھی کنویں میں خوب پانی تھا۔

گھر بھی صاف ستھرا تھا کچے فرش کو اس طرح لیپا پوتا گیا تھا کہ وہ چمک دار گہرے رنگ کا ہوگیا تھا۔ اس پر سفید آٹے سے رنگولی کے مختلف ڈیزائین بنائے گئے تھے۔ پتائی کی ہوئی دیواریں، چھت کی شہتیروں سے لگی ہوئی تونبیاں، دیوار پر کھونٹی سے کیلنڈر ٹنگا ہوا تھا۔ وینکٹ نے قمیض اتار کر دوسری کھونٹی پر ٹانگ دی۔ ایک کونے میں تہہ کئے ہوئے بستوں کا انبار تھا۔ دروازے کی دہلیز پر کانچ کی چوڑیوں سے بنی جھنجھری ٹنگی تھی جو غالباً پچھلے گوری تہوار کی تھی۔ تانبے کا لوٹا جو مجھے پیر دھونے کے لئے دیا گیا تھا چمک دار پالش کیا ہوا تھا۔ شکنتلا میرے لئے پیتل کا کٹورا لائی جس میں چاول کا پانی، دودھ، گڑ اور الائچی کا ٹھنڈا شربت تھا۔

'میرے بھی دو بچے ہیں۔' میں نے کہا۔

'گھر میں سب خیریت ہے؟' رگو نے پوچھا۔

وہ اور وینکٹ رسوئی میں آتے جاتے آپس میں جوشیلے انداز میں بحث کرنے لگے۔ وہ اسی وقت میرے لئے گرم غسل اور تیل مالش کا بندوبست کرنا چاہتا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ میں غسل کر کے پہلے کھانا کھالوں اور بعد

Scanned by CamScanner

میں رات کے وقت گرم غسل اور تیل مالش سے لطف اندوز ہوؤں۔ آخر میں جیت اسی کی ہوئی۔ وینکٹ میرے پیچھے غسل خانے تک آیا۔

'آپ کے آنے کی وجہ سے میری روزمرہ کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہوئی ہے۔' اس نے کہا۔ میں ہنس کر اپنے اوپر گرم پانی ڈالنے لگا۔ غسل خانے میں تیل مالش کے بعد گرم غسل کے لئے گرینائٹ کا باتھ ٹب تھا۔ اس سے متصل گرم پانی کی دیگیں تھیں۔ ایک برتن جو ٹھنڈا کرنے والی مٹی پتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کنستر تھے جن میں ریٹھے کا پاؤڈر تھا۔ وینکٹ کا ساز و سامان دیکھ میں شام کے بارے میں خوف زدہ ہو گیا۔

'تم اپنی بیوی کو غصہ کیوں دلاتے ہو؟'

'میں بھلا اسے غصہ کیوں دلاؤں گا؟ وہ غصہ ہو جاتی ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے جو دیوی ماں نے اسے میرے بچاؤ کے لئے دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس احمق کو کسی نہ کسی طرح قابو میں رکھنا ہے۔ بچوں کی دکھ بھال بھی کرنی ہے۔ گھر میں جلونی لکڑیاں بھی سوکھنی ہے۔ اگر گھر میں ہر وقت نکتہ چینی نہ ہوتی تو جس سے بھی میری ملاقات ہوتی میں اس کے ساتھ بک بک کرتا رہتا اور گھر آنا ہی بھول جاتا۔ اسے منہ پھٹ ہونا ہی چاہئے ان سب کو خوفزدہ کر کے بھگانے کے لئے جو اس کم عقل کا مذاق اڑاتے ہیں۔' بھٹی میں جلونی لکڑیاں رکھتے اور اندر دھکیلتے ہوئے وینکٹ نے کہا۔

'تمہارا لڑکا نظر نہیں آ رہا۔ وہ کہاں ہے؟'

'وہ اپنا زیادہ تر وقت اپنے لنگوٹیا یاروں کے ساتھ تاش کھیلنے میں گزارتا ہے۔ میرے ہتھیاروں میں سے کوئی بھی اس پر کام نہیں کرتا۔ وہ مجھے دیکھ کر طیش میں آ جاتا ہے۔'

میں اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تمہارے فلسفے کی فضولیت تمہارے بیٹے کی شکل میں تمہارے سامنے آ رہی ہے لیکن میں یہ کہہ نہ سکا۔ اس کے بجائے میں نے اسے الزام تراشی کے انداز میں دیکھا۔ وہ اس طرح باتیں کر رہا رہا جیسے ان میں سے کوئی بھی بات اس کے لئے بے معنی ہو۔

'وہ غصے میں ہے کہ اس کے باپ کی کوئی عزت نہیں ہے لیکن میں جیسا بھی ہوں اسے کیسے بدل سکتا ہوں۔ اس کے کالج کے پرنسپل نے اسے امتحان میں بیٹھنے نہیں دیا کیوں کہ وہ باقاعدگی سے کلاس میں نہیں جاتا تھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کیا؟ اس نے رات میں پرنسپل پر حملہ کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے ان کے روپے

Scanned by CamScanner

بھی لوٹ لئے۔ وہ مجھے تنگ کرتا ہے کہ میں قصبے میں آٹا چکی کھولنے کے لئے پیسے دوں۔ میں زمانے کا مارا ہوا ہوں۔ بھلا اس کے لئے پیسے کہاں سے لاؤں؟'

'تم بے چارے بدنصیب! تم بدی کو بالکل نہیں سمجھتے تم کمل کے پھول ہو جو صرف کیچڑ میں کھلتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ دو دن بھی نہیں رہ سکتا۔ رواقی جیسے کہ تم ہو، یہ بدلتا ہوا زمانہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ تم اسی طرح زندہ رہو گے، جب کھجلی ہوگی تو کھجاؤ گے آسودہ خاطری میں لوٹتے اور احمت بنے ہوئے۔' میں نے اپنے آپ کو ان خیالات کے اظہار سے روک لیا۔ جب میں نہانے سے فارغ ہوا تو میں وینکٹ کے لئے محبت اور نفرت دونوں محسوس کر رہا تھا۔ میرے بعد وینکٹ نے رسمی انداز میں منتر پڑھتے ہوئے غسل کیا۔ وہ پانی جو وہ اپنے اوپر ڈال رہا تھا وہ خوب پھلتی پھولتی۔ 'کیسو' کی بچھی ہوئی پتیوں پر بہہ رہا تھا۔ کیسو کی پتیوں میں میری دلچسپی دیکھ کر اس نے کہا۔' میں اس سے کہوں گا کہ وہ شام کو ان پتیوں سے 'پتروو' ڈس بنائے۔

بیچ میں شکنتلا نے میرے بیٹھنے کے لئے آسن بچھا دیا تھا اور اس کے سامنے آگ سے خشک کیا ہوا کیلے کا پتہ جس کے چاروں طرف فرش پر رنگولی بنی ہوئی تھی۔ پتے پر منہ میں پانی لانے والے اچار، کٹہل کے بنائے ہوئے ہپالے، تیکھی تلی ہوئی چیزیں جن کا نام پوچھنے پر شرم سی محسوس ہوتی تھی اور کونے میں چاول پائسا۔

'لنچ کے لئے کوئی خاص چیز نہیں ہے ہر کام جلد بازی میں ہوا' رگو نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور وہ مجھے ڈش پر ڈش پیش کرتی گئی۔ چاول کے ساتھ کھانے کے لئے دو قسم کی تمبولیز تھیں اور جیسا کہ وینکٹ نے اندازہ لگایا تھا چوگیٹ پتیوں کی بنی ہوئی پائلا تھی۔ مٹھا تھا جو تازہ دھنیا اور ادرک سے سجایا گیا تھا۔ سارو تھا جو ابلتے چاول کے چھانے ہوئے پانی سے بنا تھا اور جس میں کھٹا میٹھا شامل کیا گیا تھا اور پھر اس میں مسالے چھڑکے گئے تھے— میں اس کا نام بھول گیا تھا اور میں نے اسے بچپن کے بعد نہیں کھایا تھا۔ وینکٹ نے ہر چیز بہت ذوق وشوق سے کھائی۔ کھانا بہت لذیذ، ہلکا اور آسودگی بخش تھا۔

شکنتلا اور گوری نے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہوئے میرے لئے بستر بچھایا تھا۔ جب میں جھپکی لینے کے لئے لیٹنے ہی والا تھا کہ میں نے رگو کو پکارتے ہوئے سنا،' اے سبا، سبا، آؤ اور کھانا کھالو۔'

کچھ تشویش اور کچھ غصے میں اس نے اپنے شوہر سے درخواست کی۔' ایشور کے لئے سبا سے کہو کہ وہ آکر کھانا کھالے۔'

Scanned by CamScanner

میں وینکٹ کے ساتھ باہر آیا لیکن مجھے ایک ایسے شخص کی پشت نظر آئی جو شرٹ اور پتلون میں ملبوس تھا۔ کندھوں تک لمبے بال تھے ہپیوں کے اسٹائل جیسے۔ وہ پیچھے دیکھے بغیر تیز قدمی سے جا رہا تھا۔ اس کی چال اس کے باپ کی چال جیسی تھی لیکن وہ اپنے باپ سے لمبا اور زیادہ دبلا پتلا تھا۔ وینکٹ شرٹ کے بغیر صرف دھوتی پہنے ہوئے اس کے پیچھے لپکا۔ سبا رک کر، گھوم کر اور اپنے ہاتھ دھمکی آمیز انداز میں ہلاتا ہوا اپنے باپ کی توہین کرنے لگا۔ پھر سبا نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک پتھر اٹھایا۔ وینکٹ بچاؤ کے لئے اپنا چہرہ ڈھکتے اور اسے سمجھاتے ہوئے واپس ہونے لگا۔ رگو کو دیکھ کر مجھے اذیت ہوئی جو بے چارگی اور کرب کی حالت میں اپنے بیٹے کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ وینکٹ سر لٹکائے ہوئے واپس آیا۔ 'سبا غضب ناک ہے۔ وہ چیتے کی طرح مجھ پر جھپٹنے ہی والا تھا' وہ بناوٹی خوف سے کپکپاتا ہوا بولا۔

'کیا کم از کم اب تم اپنا مسخرہ پن بند نہیں کر سکتے؟ تم کس قسم کے باپ ہو جو اپنے بیٹے کو ایک دو تھپڑ مار کر راہ راست پر نہیں لا سکتے؟' رگو نے کہا اور اپنی آنکھیں پونچھتی ہوئی اندر چلی گئی۔ وینکٹ بھی یہ کہتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے گیا، 'تم جاؤ اور کھانا کھالو۔ سبا کے لئے کھانا الگ رکھ دینا۔ جب اسے بھوک لگے گی تو خود ہی گھر آجائے گا'۔

میں جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ چھوٹی لڑکی گنگا اکیلی ہی کوڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

رگو اپنے شوہر سے وہ سب باتیں کہہ رہی تھی جو میں خود اس سے کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے لہجے میں تلخی زیادہ تھی۔

'صرف اس لئے کہ تم یہاں اپنی بے قدری کی پرواہ نہیں کرتے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہارا بیٹا جو نئی نسل کا ہے وہ بھی یہاں اپنی بے قدری پسند کرے گا۔ تم کیسے باپ ہو..... لوگوں کی نگاہ میں بے قدر و قیمت۔ تم جہاں بھی جاتے ہو، آرام سے رہ لیتے ہو اور لوگوں کو دیکھ کر احمقانہ انداز میں بدتمیزی سے ہنستے ہو۔ بچے آخر کس بات کے لئے احترام کریں؟ تم جیسے لوگ سے آخر کنبہ کیوں جوڑے۔ ایشور بہتر جانتا ہے کہ تمہاری پنشن بند ہوئے کتنے سال گزر گئے۔ مجھے خود ہر چیز کا بندوبست کرنا پڑتا ہے..... کیلے کے پتے کے پیالے بنانا، گھر کا بندوبست کرنا، بچوں کی دیکھ بھال کرنا۔ مجھے ہر حال میں تین بار تازہ کھانا پکانا پڑتا ہے۔ اس کنجوس شیشنا کے لئے۔ میں اس کے لئے ملائم پکا ہوا چاول بھجواتی ہوں اور وہ کہتا ہے، 'کیا امبیا کی چٹنی نہیں بھجوا سکتی تھی؟ تمہاری ماتا جی بہت بخیل ہیں۔' جیسے کہ یہ کافی نہ ہو کہ میں اپنے گھر کے لئے کمر توڑتی ہوں، یہ آدمی بھی مجھ پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ ہم میں سے

Scanned by CamScanner

کوئی بھی۔ حد یہ ہے کہ بچے بھی اس تباہ و برباد جگہ سے ایک دن کے لئے بھی باہر نہیں نکلے ہیں۔ دیہاتی میلہ، سنیما یا دوسرا قصبہ ـــ آخر ہم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ بتاؤ نا۔ وہ بے چارا لڑکا سا۔ میں نے اس کے لئے اس کا پسندیدہ چاول اور کالے چنے کا پاسا پکایا لیکن وہ اس تپتی ہوئی دھوپ میں خالی پیٹ پاگل کتے کی طرح گھوم رہا ہے۔ وہ اتنا بدمعاش ہو گیا ہے کہ اپنے باپ پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ کسی نے جو ہمیں پسند نہیں کرتا ہے اس پر جادو ٹونا کروایا ہے۔ تم اتنے سیدھے سادے ہو کہ تم بری چیزوں کو ذرا سا نہیں سمجھتے.....' اس پر طعنوں کی بارش ہوتی رہی کہ مجھے نیند آ گئی۔

مجھے یاد نہیں کہ میں کتنی دیر سویا جب میری آنکھ کھلی تو مجھے احساس ہوا کہ وینکٹ بھرنگا ملا کے تیل کی بوتل لئے میرے پاس ٹہل رہا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کی طرف سوالیہ نگاہ سے دیکھا۔ اس نے پیک بھرے منہ سے مسکراتے ہوئے کہا۔ 'ہم لوگ چلیں۔' میں اٹھ گیا اور اس کے پیچھے پیچھے 'باتھ ہاؤس' کی طرف بڑھا۔ اندھیرا ہونے لگا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں سارے کپڑے اتار کر جانگھ پر ایک کپڑا باندھ لوں۔ دہکتی ہوئی آگ پر پانی گرم ہو رہا تھا۔ دوسری دیگوں میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا۔ اس نے 'باتھ ہاؤس' کا دروازہ بند کیا اور مجھے ایک لکڑی کے تخت پر بٹھا دیا۔ وہ اپنی کمر کے گرد تولیہ لپیٹے ہوئے تھا اور اس نے اسے ٹانگوں کے درمیان گھٹنوں کے اوپر اڑس لیا تھا۔ جیسے وہ کسی تالاب میں چلنے والا ہو۔ مقدس گھاس تیل میں بھگو کر اور اسے ماتھے اور سر سے چھوا کر اس نے رکی منتر پڑھے اور پیک آلود تھوک تھوکا۔ اس نے پیر سے شروع کرتے ہوئے میرے سارے بدن پر تیل لگایا۔ پھر اس نے مجھے ایک اسٹول پر بٹھا کر میرے پیر کیسٹر آئل بھرے تسلے میں رکھ دیئے۔ 'تیل کی ٹھنڈک آہستہ آہستہ اوپر چڑھے گی یہاں تک کہ تمہارا دماغ اسے جذب کر لے گا۔' اس نے سمجھایا۔ اس نے چلو میں بھرنگا ملا کا تیل انڈیلا اور میرے سر میں ڈال دیا۔ وہ ماتا دیوی کا نام جپتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے میرے سر کو تھپکنے لگا جیسے کہ وہ ڈرم پر تھاپ مار رہا ہو۔ 'میں اب تمہارے سر سے باتیں کر رہا ہوں کیا یہ مردنگ کی آواز نہیں معلوم ہوتی؟' اس نے تال اور ردم میں تبدیلیاں لاتے ہوئے کہا۔ 'ہاں!' میں نے جھینپتے ہوئے کہا۔ وہ پوجا جیسا دھیان مجھے بے چین کر رہا تھا۔ جس طرح وہ سر پر ڈرم بجا رہا تھا۔ مجھے یہ شک ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ میری پشت پر ناچ بھی رہا ہو۔ 'یہ ردم تمہارے سر سے ناف تک بجے گی.....' اس نے کہا۔ 'یہ آواز تمہاری کندالنی کے چھے پچھوں کو بیدار کر دے گی۔ حالاں کہ مجھے ایسی چیزوں کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں پھر بھی اتنا معلوم ہے کہ یہ کام کرتی ہے۔' اس نے تیزی سے سانس لیتے

ہوئے کہا مجھے اب یقین ہوگیا تھا کہ وہ ناچ رہا ہے۔ مجھے ایک گھاٹم نواز کا خیال آیا جو ایک میوزک کنسرٹ میں اپنا کمال دکھا رہا تھا۔

ڈرم بجانے کے بعد جو طریقہ اپنایا گیا وہ بہت سی ہم آہنگ حرکات پر مشتمل تھا جس کے ساتھ ساتھ وینکٹ کی نرم کپکپاتی آواز میں کنٹری چل رہی تھی۔ آگ کی وجہ سے میری کمر گرم ہوگئی تھی وہ میرے سر کے اردگرد گھوم رہا تھا جیسے وہ اس کی پوجا کر رہا ہو۔

اس کی گدگداتی، چٹکیاتی، نوچتی، دباتی، تھپتھپاتی، کھینچتی، دھکیلتی، کھجاتی ہوئی انگلیاں میرے سر کے ہر حصے پر کام کر رہی تھیں۔

'اب تمہارا سر اپنے آپ مجھ سے باتیں کرے گا' اس نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا اور کنڈالنی جگانے کے لئے تیل مالش کی دوسری رسم ادا کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ جب میں سوچ رہا تھا کہ کیا اس کے ہاتھ میں بیس یا سو انگلیاں ہیں اس کی رنگ کنٹری کی آواز منتر پڑھنے کا لہجہ اختیار کر رہی تھی ضرورت کے مطابق متوازن انداز میں اوپر اٹھتی ہوئی، مدھم ہوئی ہوئی کچھ اس طرح:

'انشو ..... اب ہم چلتے ہیں، انشو انشو، جنگل میں داخل ہوتے ہوئے .....جنگل میں ایک پیڑ ہے، ایک پیڑ..... پیڑ پر ایک طوطا ہے، ایک طوطا، ایک ہرا طوطا، ایک ہرا طوطا.....

وہاں نیچے، بہ ہر حال ایک ٹھنڈا، ٹھنڈا، ٹھنڈا برگ پوش ہے۔ خوشبو دار برگ پوش، زرد کیدگی سے خوشبو دار..... دیکھو..... دیکھو..... دیکھو، یہ کس طرح پھٹ رہا ہے..... دیکھو، کھردری، کانٹے جیسی نوک دار، ہری پتی..... ہری پتی کے اندر، نرم زرد..... چکنی زرد، خوش بو دار زرد، سفوف جیسی زرد، پھلواں زرد، شرمیلا زرد..... چلتے رہو، نرمی سے چلو، چلو نرمی سے ..... دیکھو یہاں ہے بساری، اور یہاں ہے کٹہل کا درخت ..... یہ تندی ہے۔ اور یہ ہے مٹوگا..... یہ آم ..... یہ رنجا..... یہ ہے برگد..... دیکھو ان جڑوں کو جو شاخوں سے نیچے کو بڑھتی ہیں زمین تک پہنچنے کے لئے ..... جڑ کی نوک پر کیل کو دیکھو..... جڑیں جو کسی رشی کے بال ہیں.....

اوپر نیلا آسمان..... نیچے کھلی ہوئی جگہ..... چلتے رہو۔

اس چھوٹی سی کونپل کو دیکھو..... کونپل کو، ایک پتی..... پتی پر کوئی چیز اچھلتی ہے..... اچھلتی ہے اچانک..... وہ دن یاد کرو، اسکول جاتے وقت، یہ کس طرح اچھلا..... ٹڈا..... تم سے تمہاری کتابیں گر گئیں اور تم وہاں

Scanned by CamScanner

نظر جمائے کھڑے رہے..... دیکھتے رہے..... سورج کا چڑھنا سوار ہونا..... سرپٹ دوڑتا ہوا گھوڑا..... تم نے دیکھا کہ سورج نے اس کی کوہان نما پشت پر کس طرح سواری کی..... طاقتور سورج..... اس پر ہلکے سے بیٹھ کر، اس طرح بیٹھ کر کہ دکھائی نہ دے، ایک کونے میں ٹمٹماتے ہوئے.....

دیکھو سورج کہاں ٹمٹماتا ہے..... ٹمٹماتا ہے اپنے مہاسوں (اعضائے لمس) میں..... ٹمٹماتا ہے اپنی ہری چوٹیوں میں..... اپنی آنکھوں کی پتلیوں میں..... ٹمٹماتا ہے بادلوں کے کناروں سے..... گرتا پڑتا ہے، پھسلتا ہے، ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے..... سائے بناتا ہے، رنگ بناتا ہے..... غروب ہوتا ہے..... طلوع ہوتا ہے، جلتا ہے.....

کھلی ہوئی وسیع و عریض جگہ کو دیکھو..... وسیع جگہ..... اوپر تپتا ہوا سورج..... اسے اپنی پشت پر ہلکے سے لے جاتے ہوئے..... زقندیں مارتا ہوا..... کھلے میدان میں..... سورج کی سواری ہے..... اس کی بغیر زین کی نخوت خرامی دیکھو..... اس کی ٹیڑھی ٹانگیں..... اس کی سخت دم..... اس کے مہاسے دنیا کو ٹٹولتے ہوئے..... ایک پتی سے دوسری پتی تک اچھل کود کر رہا ہے..... اس کو مجموعی طور سے دیکھو..... اس کے ایک ایک حصے کو دیکھو..... آنکھوں کا ہراپن..... ہرے پن کا انبار— جھاگ مارتا ہوا ہرا..... سنو..... سورج کے گھوڑے کی سنو.....

میں حیوان نہیں ہوں، تم انسان نہیں ہو..... اس لئے ایک کو دوسرا ہوجانے دو۔

بھائی انتو..... اچھلو کودو، انتو..... سورج کو اپنی پشت پر لے جاؤ.....

صرف شدہ ہوجاؤ، صرف شدہ..... طیش ختم ہوگیا..... ناراضگی از دست رفتہ ہوگئی..... انانیت چلی گئی۔ ما۔ دھن دولت کی لالچ، اعلیٰ نسبی کی شیخی رخصت ہوگئی۔

چلا گیا جادو ٹونا— عام آدمی کی پڑھنت..... باپ کی پڑھنت..... ماں کی پڑھنت..... پنڈت کی پڑھنت..... عام آدمی کی پڑھنت..... طوائف کی پڑھنت.....

پڑھنت موت کی..... پڑھنت فرح کی..... پڑھنت سڑک کی..... پڑھنت کتابوں کی..... تمام پڑھنتیں، رخصت ہوجاؤ۔

صرف سورج کا گھوڑا ہی بچا ہے..... تم گھوڑا ہو..... تم سورج کا گھوڑا ہو۔

سر پر اس کی ہزارہا انگلیوں کے رقص سے ہم آہنگی کے ساتھ الفاظ نکل رہے تھے۔ وینکٹ نے بہہ کر میری انگلیوں تک پہنچنے والے تیل کو پونچھا۔ اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

Scanned by CamScanner

'انٹو ـــــ کیا اب چاندنی دیکھنے لگے ہو؟'

میں نے کہا، 'ہاں' اس نیت سے کہ وہ مایوس نہ ہو۔ وہ پسینے سے شرابور تھا۔ اس کے سامنے عریاں، ساکت بیٹھ کر مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوئی۔

اس بار تم نے صرف ایک جھلک دیکھی ہے۔ اگلی تیل مالش کا انتظار کرو۔ تمہیں اصل چاندنی دکھائی دے گی۔' اس نے نسوار سونگھتے ہوئے کہا۔

میں نے غلط سمجھا تھا سادہ لوح وینکٹ بھی سازشی سیاستداں ہے۔ کتنا عیار۔ وہ میرے 'وجود' کو بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس نے مجھے گرم پانی سے بھرے ہوئے ٹب میں بٹھایا اور مجھ سے بغلوں کے نیچے اور ٹانگوں کے درمیان ملنے کو کہا۔ اس نے ٹھنڈی 'مٹی' کا ایسنس میرے سر میں ڈالا اور میرے سر میں ریٹھے کا سفوف کس کر ملنے لگا۔ پھر وہ ایک لوٹے میں پانی نکال کر اسے زور دار دھار سے میرے سر میں ڈالنے لگا۔ دھار اور کھولتے ہوئے پانی نے میرے جسم کو شعلے کی طرح سرخ کر دیا۔ میں اپنے جسم کو خشک کرنے میں بھی کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔ اس نے ہی میرے جسم کو خشک کیا اور گڑ کا شربت دیا اور بوا کر کے پیندے سے کلونس نکال کر میرے ماتھے پر لگائی پھر مجھے گھر میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا اور گھر میں جتنے بھی کمبل تھے ان سے مجھے ڈھک دیا۔ 'اب آپ کو پسینہ نکالنا ہے۔' میں کچھ ہی دیر میں اتنا شرابور ہو گیا جیسے میں نے ایک بار پھر غسل کیا ہو۔ اس نے دوبارہ میرا جسم خشک کیا اور مجھے گھاس کی چٹائی پر لٹا دیا۔ پھر وہ گرم گرم کافی لایا اسے پینے کے بعد میں کچھ نیم خوابیدہ ہو گیا۔ کچن میں رکو چیخ پکار کر رہی تھی اور پٹرو ڈ پکار رہی تھی۔

جب میں بیدار ہوا تو میں نے سنا کہ وینکٹ اپنی بیوی سے بحث کر رہا تھا۔ 'پلیز شیشنا کے لئے چاول کا دلیا پکا دو۔ میں خود لے جا کر اسے کھلاؤں گا۔'

'وہ کہتے ہیں کہ اس کا لڑکا پانچ سو روپے ماہانہ بھیجتا ہے لیکن وہ تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔ تم خود اپنے لڑکے کی پرواہ نہیں کرتے لیکن یہ چاہتے ہو کہ میں اس کنجوس کا خیال رکھوں۔ بھلا مجھے اس سے کیا مطلب کہ وہ جیے یا مرے۔' رکو چیخی۔ پھر بھی وینکٹ نے شکنتلا کو چاول کا دلیا پکانے کے لئے رضامند کر لیا اور وہ یہ شیشنا کے گھر لے گیا۔

Scanned by CamScanner

اب میں بستر پر بیٹھ چکا تھا۔ رگو آئی اور میرے سامنے کھڑی ہو کر رونے لگی۔ اس کی رائے میں سبا ستاروں کی گردش کا شکار تھا۔ وہ میکنک بننے کے لئے بنگلور یا میسور جانا چاہتا تھا۔ وہ بھی شیشنا کے لڑکے کی طرح کیوں نہ خوش حال ہو۔ اس میں ذہانت کی کمی نہیں۔ کم از کم اپنے بچپن کے دوست کے لئے احساناً اس کے لڑکے کو میسور لے جا کر کسی روزگار میں لگا دوں۔

اگر میں اسے گھر لے جاتا تو میری اہلیہ کی بے ڈھنگی حرکتیں برداشت نہ کرے گی پھر بھی میں نے رگو سے وعدہ کر لیا کہ اس کے لئے کچھ نہ کچھ کروں گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس کے لئے کہیں ایک کمرہ کرایہ پر لے لوں گا۔ میری یقین دہانی سے وہ اتنی خوش ہوگئی کہ سارے گھر میں رونق آ گئی۔ جب وینکٹ گھر آیا تو اس نے گھر کا بدلا ہوا موڈ دیکھا اور وہ بھی خوشی سے سرشار ہوگیا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ میں نے کیا وعدہ کیا جیسے وہ کسی کامک ڈرامے میں کسی منظر کی اداکاری کر رہا ہو۔ اس نے شیشنا کی کنجوسی کی ایک گذشتہ مثال پیش کی لیکن اس کے لئے ذرا سی بھی تلخی کا اظہار کئے بغیر۔

وینکٹ اس دن اس کے لئے کوئی دوا لایا تھا۔ وہ جو ریزگاری واپس لایا تھا شیشنا اسے بار بار گن رہا تھا۔ (وینکٹ کو شیشنا کی کھانسی اور ہاتھوں سے سکے گننے کی نقل کرتے دیکھ کر رگو بھی ہنسنے لگی) جب شیشنا ایک بار پھر گننے لگا تو وینکٹ نے پوچھا۔ 'کیا کوئی غلطی ہے؟'

'یہ چونّی بہت گھسی پٹی ہے۔' شیشنا نے کہا۔ 'یہ اچھا سکہ ہے چل جائے گا' وینکٹ نے کہا۔ 'لیکن چانس کیوں لو۔ پلیز کیوں لو۔ پلیز جا کر اس کے بدلے دوسری چونّی لے آؤ۔' (وینکٹ نے شیشنا کی سی مریضانہ آواز میں کہا)۔ 'کیا آپ چاہتے ہیں کہ ابھی اسی وقت چلا جاؤں'۔ وینکٹ نے کہا جو اس وقت تین میل پیدل چل کر قصبے سے آیا تھا۔ 'کیا کوئی اور بھی کام ہے جو تم قصبے میں کرنا چاہتے ہو جو اگلے دن نہیں کیا جا سکتا؟'۔ شیشنا کے بجھے بجھے چہرے پر بہترین آسودگی نظر آئی۔ 'میں جانتا تھا کہ اسے نیند نہیں آئے گی۔ اس لئے میں نے اسے دوسری چونّی دے دی جو میرے پاس تھی۔' وینکٹ نے یہ کہہ کر وہ گھسی پٹی چونّی جیب سے نکالی جو وہ چلا نہیں سکا تھا۔ 'جب وہ مرے گا تو یہ اس کی لاش پر پھینک دینا۔' رگو غصے میں یہ کہہ کر کھانا پکانے اندر چلی گئی۔

میں بچپن ہی سے پیڑوڈ کا بہت شوقین تھا لیکن اب کچھ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میں رگو کے پیڑوڈ کھا نہیں سکا۔ میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ رگو بے تحاشا رو رہی تھی۔ شکنتلا اور وینکٹ اس کی ڈھارس بندھانے کی ناکام

Scanned by CamScanner

کوشش کر رہے تھے۔ جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ کیا ہوا تھا۔ وہ مجھے کھیر و چاندی کی پیالی میں پیش کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے وہ اسے اس پیتل کے صندوق سے نکالنے گئی جس میں وہ اس قسم کی تمام چیزیں رکھا کرتی تھی جو وہ جہیز میں لائی تھی۔ جب صندوق کھولا تو اس نے کیا دیکھا؟ 'گوروچنا' رنگ جو ہونے والے پوتے کے لئے رکھا گیا تھا، کچھ جائفل، سونٹھ، کستوری کی گولیاں، ایک رودراکش، انار کے سکھائے ہوئے چھلکے، صندل کا ایک ٹکڑا، زیورات دھونے کے لئے ریٹھا۔ ان کے علاوہ ہر چیز غائب ہو چکی تھی۔ وہ تمام زیورات جو غربت کے باجود گروی رکھنے سے بچائے گئے تھے کیوں کہ رکو نے دور اندیشی کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی کے لئے رکھ دیئے تھے۔ ایرنگس، کان کی زنجیریں، چار لڑے کا گلوبند، چار کلائی بند، ایک کمر کا پٹکا، چوٹی کے لئے فلوریل ڈیزائن کا زیور، ایک نتھنی، ایک جوڑی پائل، مونگے کی ایک زنجیر، دو نقرئی پیالے، دو نقرئی پیالیاں، ایک نقرئی پوجا کی تھالی، ایک نقرئی لوٹا، ایک نقرئی چمچہ، نقرئی بکسے کُم کُم اور ہلدی کے لئے ہر وہ چیز جو پرانی ریشمی ساڑی کے ٹکڑے میں لپیٹ کر گوری تہوار کے بعد رکھ دی گئی تھی، اب غائب ہو چکی تھی۔

وینکٹ مجھ سے پٹروڈ کھانے کے لئے اصرار کر رہا تھا۔ یہ اداکاری کرتے ہوئے کہ کچھ بھی نہیں ہوا ہے کہ سب سے چھوٹی لڑکی گنگا بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے فکرمند لہجے میں کہا۔ 'ماں رو رہی ہے۔ سبا نے سارے زیورات چرا لئے ہیں۔ جب جمعہ کے دن آپ کے پیٹ کے درد کے لئے انار کے چھلکے نکالنے کے لئے ماں نے صندوق کھولا تھا تو ہر چیز موجود تھی۔ آپ کو یاد ہے نا کہ پرسوں ماتا جی کپڑے دھونے ندی گئی تھیں۔ شاکو اور گوری بھی ان کے ساتھ گئی تھیں؟ اسی دن سبا میرے پاس آیا اور مجھے کیلے کے ریشے کی ایک گیلی دھجی دیتے ہوئے کہا تھا۔ 'جاؤ چنبیلی کے پھولوں کے ہار بناؤ، میں انہیں قصبے میں بیچ کر تمہارے لئے کچھ پیسے لے آؤں گا۔' میں پیچھے کے آنگن میں یہ سوچتی ہوئی چلی گئی کہ آج بھیا مجھ پر مہربان کیوں نہیں تھے۔ جب میں لوٹی تو وہ کمرے میں کچھ کر رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ انہوں نے یقیناً بیڑی پینے کے لئے کمرہ اندر سے بند کر لیا ہوگا۔'

وینکٹ، شاکو یا گوری نے کچھ بھی نہیں کہا۔ شاکو اپنی ماں کو تسلی دینے کے لئے اندر چلی گئی۔ 'ہم یہ ڈھونڈ لیں گے۔ بھلا یہ کہاں جائے گا۔ اس نے ضرور گروی رکھ دیا ہوگا۔ تم کھانا کھاؤ۔' وینکٹ نے مجھ سے پٹروڈ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ اس نے جلدی جلدی کھانا ختم کیا۔ میں کھانا کھانے کی اداکاری کرتا رہا۔ میں گھر سے باہر نکل کر سامنے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ان معصوم لوگوں پر کیسے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے

Scanned by CamScanner

ہیں۔ میں نے سبا کو دیکھنے کے لئے نگاہ دوڑائی۔ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا اس سے کچھ فاصلے پر ایک یا دو مکان، ایک مندر لوگوں کی آمد و رفت سے بنا ہوا گرد آلود راستہ اور ایک دوسرا راستہ جو قصبے کی طرف جا رہا تھا، دیکھ سکتا تھا۔ اس کے آگے ایک ہری پہاڑی ہوا میں زرد پریجاتا کی خوش بو بسی ہوئی تھی۔ مکان کے آگے آنگن میں پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔

وہ چاندنی جو میں وینکٹ کی مالش سے نہیں دیکھ سکا اب پھولوں کے باغ میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں رکو کو اندر روتے ہوئے سن رہا تھا۔ 'اُف! میں کس طرح اپنی لڑکیوں کی شادی ہوتے ہوئے دیکھوں گی۔ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے بجائے اپنی ماں کے پیٹ میں چاقو کیوں نہیں گھونپ دیا؟'

وینکٹ باہر آ کر میرے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا۔ 'آہ — چاندنی!' غالباً وہ مجھے اس لئے تلاش کر رہا تھا کہ اس کی بیوی کا غم رفع ہو جائے۔ شاید یہ سوچ کر پریشان تھا کہ میں پریشان ہوں گا۔ مجھے اس بات سے بہت تکلیف تھی کہ میرا دوست اپنے مزاج کے خلاف بہت خاموش تھا۔ 'آؤ اور بیٹھو!' میں نے کہا — 'نفیس خوش بو ہے۔ ہے نا؟' اس نے کہا۔ میں نے مسکرا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں دوسروں کی ڈھارس بندھانے میں ماہر نہیں ہوں۔ پھر بھی میں نے اندر جا کر رکو سے کھانا کھانے کے لئے اصرار کیا۔ وینکٹ باغ میں ادھر چہل قدمی کر رہا تھا۔

رات گئے تک کوئی اس لائق نہ تھا کہ سو سکے۔ مجھے یہ بات معقول نہیں معلوم ہوتی تھی کہ اس دنیا کے تمام لوگوں میں وینکٹ جیسے بے ضرر شخص کو سبا راؤ جیسے بیٹے کی سزا ملے۔ کون جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوتا اگر اس قصبے میں رہ کر میری صلاحیتیں بھی ضائع ہو جاتیں کیوں کہ میں نے اپنے والد کی پرواہ نہیں کی تھی اور خاندانی روایات کو ٹھکرا دیا تھا۔ میں آگے بڑھ سکا تھا اور ہو گیا جو آج ہوں لیکن کیا یہ اس خاندان کے لئے بھی ناگزیر تھا۔

لگتا ہے وینکٹ کو اس کے بیٹے نے بزدل بنا دیا تھا۔ اس کا مسخرا پن، اس کی مالش، اس کا ایثار۔ یہاں کوئی بھی چیز کسی کام کی نہ تھی۔ یہ چاند، یہ جھاڑی، یہ پیڑ، ان چڑیوں نے ایک مزاج پروان چڑھایا ہے وینکٹ کا سا اور سبا کا ناقابلِ تشریح تشدد بھی۔

دن نکلنے سے پہلے جب ہر ایک محوِ خواب تھا اور جب کوئی باہر تاروں بھرے آسمان کے نیچے ہر شبنم آلود چیز کو صاف صاف دیکھ سکتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے باغ سے آتی ہوئی آواز سنائی دی ہے۔ میں اٹھ کر دیکھنے کے لئے باہر گیا۔ یہ آواز ایک درخت کے کاٹے جانے کی تھی۔ 'کون ہے؟' میں نے بلند آواز میں کہا اور سامنے والے

Scanned by CamScanner

زینے سے نیچے جانے والا تھا جب سبا ایک ہنسیا گھماتے ہوئے چلایا۔ 'اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہاری بوٹی بوٹی کر ڈالوں گا۔' میں ساکت کھڑا رہا۔ بکھرے بال، دانت بھینچے ہوئے، صبح کے دھندلکے میں پریجاتا کے پیڑ کو کاٹتے ہوئے وہ مجھے ایک راکشش معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے پھولوں کے پودے اور جھاڑیاں کاٹ کر نیچے گرادی تھیں صرف مضبوط اور گانٹھ دار پریجاتا کا پیڑ ہنسیا کا مقابلہ کر رہا تھا۔ وینکٹ جو میرے بعد اٹھ گیا تھا سبا کی طرف دوڑا۔ سبا نے ہنسیا اٹھائی اور اس نے اپنے باپ پر چلا دی ہوتی اگر وینکٹ وار خالی کر کے ماتا دیوی چلاتا ہوا واپس نہ دوڑا ہوتا۔ میں نے رکو کو روکنے کی کوشش کی جو میری گرفت میں بل کھا رہی تھی۔ اس نے چلا کر اپنے بیٹے سے کہا 'آ، مجھے کاٹ ڈال، میں نے زہر کو جنم دیا ہے اور یہ زہر ہی میری جان لے گا۔' اپنے کو چھڑا کر وہ دوڑتی ہوئی جا کر سبا کے سامنے کھڑی ہوگئی جب کہ اس کی بیٹیوں نے اسے روکنے کی بھی کوشش کی۔ 'میرے منہ نہ لگو، میں تمہارا سر کاٹ ڈالوں گا۔' سبا نے ہنسیا اٹھاتے ہوئے کہا۔ ہم سب دم بہ خود وہیں کھڑے رہے۔ سبا نے اپنی ماں کی گرفت سے اس ہاتھ کو جھٹکا دیا جس میں ہنسیا پکڑے ہوئے تھا۔ وہ گالیاں بکتا ہوا چار دیواری کے دروازے سے باہر جا رہا تھا۔ وہ تیز قدمی سے قصبے کی طرف چلا گیا اور جلد ہی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

رکو اب بھی آنکھیں بند کئے کھڑی تھی جیسے کہ اسے کسی بھی پل اپنے اوپر ہنسیا کا وار ہونے کی امید ہو۔ وینکٹ اسے کھینچتا ہوا گھر کے اندر لے گیا۔ یہ دیکھ کر کہ سارا باغ زمین بوس ہو چکا ہے گنگا رونے لگی اور اسے دیکھ کر اس کی بڑی بہن بھی رونے لگی۔ میں زمین کے ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ میرے ہوش و حواس گم ہو چکے تھے۔ میرے اندر تسلی بخش الفاظ نہیں بچے تھے لیکن میں جس نے یہ سوچا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے اس نے وینکٹ کو تباہ و برباد کر دیا ہے، صبح حیران و ششدر رہ گیا۔

یہ حیرت انگیز بات ہے کہ خواہ کسی کی بھی موت ہو، کیسی بھی آفت ہو، زندگی کے معمولات چلتے رہتے ہیں۔ اس صبح وینکٹ کے گھر میں موت کا سا ماحول ہونے کے باوجود شکنتلا نے کافی بنائی۔ میں نے دھان کی بھوسی سے دانت مانجھے۔ وینکٹ ندی کنارے مندر میں پوجا کے لئے صندل کا پیسٹ بنا رہا تھا۔ صرف رکو بستر پر لیٹی تھی۔ گوری نے جلدی سے گائیں دوہیں کیوں کہ چرواہا لڑکا انہیں چرانے لے جانے کے لئے آگیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وینکٹ کے اندر کچھ مر گیا ہے۔ میں اس حالت میں نہ تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکوں اس لئے میں باہر آگیا اور سامنے کے زینے پر بیٹھ گیا لیکن میں باغ کی پامالی برداشت نہ کر سکا اس لئے پچھلے آنگن کی طرف جا کر

Scanned by CamScanner

وہاں ایک انار کے درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

چار دیواری کے پاس وینکٹ اپنی خمیدہ ٹانگوں کے انداز میں کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر لنگوٹ کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ تھا۔ وینکٹ عقبی آنگن کی چار دیواری کے پاس تھا۔ میں نے سوچا کہ وہ وہاں اس یکسوئی کے ساتھ کیوں کھڑا ہے، وہ پیشاب کرنے تو نہیں گیا ہوگا کیوں کہ اس کے کانوں میں جنیو نہیں تھی۔ علاوہ ازیں وہ حوائجِ ضروری سے فراغت کے بعد صبح کی پوجا بھی کر چکا تھا۔ میں اسے دیکھا تو وہ باڑ سے لگا ہوا ساکت کھڑا تھا کسی مندر کی مورتی کی طرح تقریباً عریاں اور کسی خیال میں گم چار دیواری کی ہری باڑ جو اس کے سامنے تھی، اونچی تھی اس لئے وہ دوسری طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں اس کی طرف نرمی اور خاموشی سے چلا اور جا کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اب بھی وینکٹ کو پتہ نہیں چلا کہ میں وہاں ہوں، اس تجسس میں وہ کیا دیکھ رہا ہے، میں نے اس کی نظر کا پیچھا کرتے ہوئے باڑ کو دھیان سے دیکھا اور پھول پتیوں کے علاوہ ہر اس چیز کا جائزہ لیا جو میری نظر کے دائرے میں آئی جو چیز نظر آئی وہ ایک ٹڈا تھا۔ اپنے دوست کو دیکھنا ایک پل کے لئے تفریح بخش تھا۔ سادہ لوح وینکٹ اس کوہان پشت خمیدہ ٹانگ مریل ہرے تکونے کیڑے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا صرف ایک پل۔ ٹڈا اپنی خمیدہ ٹانگوں کو دبا کر اچھلتا اور پھدکتا ہوا چلا گیا۔ جس پل یہ اچھلا، وینکٹ کا آدھا شیو کیا ہوا سر ہلا جیسے وہ کسی سحر سے نکلا ہو جسے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ گھوم کر اور اپنے پیچھے مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر معصوم مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے کہا۔ 'سورج کا گھوڑا!' میں نے اس کی سحر زدہ آنکھوں کو دیکھا اور میرے ہونٹ کھلے۔ 'سورج کا گھوڑا'۔ میں نے کہا۔

مختصر سوالات

1. 'سورج کا گھوڑا' کس زبان کا افسانہ ہے اس کے مترجم کون ہیں؟
2. پانچ جملوں میں افسانے کی تعریف لکھئے۔
3. پانچ جملوں میں افسانے کی تعریف لکھئے۔
4. اس افسانے کا موضوع کیا ہے؟ پانچ جملے میں لکھئے۔
5. افسانہ 'سورج کا گھوڑا' کے مرکزی کردار پر پانچ جملے لکھئے۔

Scanned by CamScanner

تفصیلی سوالات

1. افسانہ 'سورج کا گھوڑا' کا مرکزی خیال پیش کیجئے۔
2. درج ذیل سابقہ اور لاحقہ سے نئے الفاظ بنائیے۔

   مند، کار، با، بے، نا، گاہ، ستان
3. درج ذیل محاوروں کے معنی لکھئے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجئے۔

   دانت کھٹے کرنا، ہتھیلی پر سرسوں جمانا، آنکھ دکھانا، آسمان سے تارے توڑنا، نو دو گیارہ ہونا

Scanned by CamScanner

بنگلہ کہانی: مہاشویتا دیوی

مترجم: شافع قدوائی

ارجن

اگہن تقریباً ختم ہو چکا تھا اور پوس کا مہینہ شروع ہونے والا تھا۔ اب تک سردی نہیں پڑی تھی کہ سورج کی تمازت اچھی لگتی۔

گذشتہ دنوں بشال مہتو کے کھیت سے دھان کی پوری طرح تیار فصل کٹی تھی۔ کٹائی کرنے والوں اور اناج چننے والے عارضی مزدوروں کے ساتھ کیتو شابر بھی دن بھر کھیتوں سے دھان کے بچے ہوئے دانے چنتا رہا۔ کہر آلود جھٹپٹے میں خود کو گرم رکھنے اور اپنے تھکے ہوئے جسم کو آرام دینے کی غرض سے اسے تھوڑی سی شراب درکار تھی۔ یہ خواہش پوری ہونے کی امید نہیں تھی مگر اس نے خود سے کہا کہ اس کا تصور کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔

اس کی بیوی موہنی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ وہ اسی صورت میں کھیتوں میں آتی جب وہ موجود نہیں ہوتا۔ کیتو برابر جیل آتا جاتا رہتا۔ اس کا جرم دھان کی فصل کے لئے جنگلوں کو کاٹنا تھا۔

اس سلسلے میں کیتو کو سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ رام ہلدر اس کے سپرد یہ کام کرتا اور کیتو اسے انجام دیتا۔ کٹے ہوئے درختوں سے منافع ہلدر کماتا اور کیتو اور اس کی طرح دوسرے لوگ جیل جاتے۔ مگر وہ کیا کر سکتا تھا۔ چار پیسے کی آمدنی سب سے اہم تھی خواہ یہ کمائی درختوں کو کاٹ کر حاصل ہو یا آدمی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے سے۔ واقعتاً آدمی کی تکا بوٹی کر دینا زیادہ آسان ہے۔ کسی نے اسے یہ کام کیوں نہیں سونپا کیتو کو اس پر حیرت تھی۔ وہ اس صورت میں پورے چار روپے کما سکتا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی سنبھل گیا اس نے خود کی تادیب کی یقیناً میرا مطلب سنجیدگی سے یہ نہیں تھا۔

اپنی ناگوار صورت حال کو کبھی کیتو موضوع بحث نہیں بناتا۔ اگر آپ پردلیا کے شابر قبیلے میں پیدا ہوئے ہیں تو آپ کو لازماً پیڑ کاٹنے ہوں گے اور پھر جیل جانا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک کیتو جیل میں ہے اور کسی کام کو بہ ہر صورت کرانا ہے تو ہلدر کوئی دوسرا کیتو تلاش کر لے گا۔ اس سے کوئی نقصان نہیں

Scanned by CamScanner

سوائے اس کے کہ کام کی تلاش میں گھر کی عورت کو نکالنا پڑے گا۔

پچھلی بار جب محکمۂ جنگلات کے درخت کاٹنے پر کیتو جیل گیا تھا تو موہنی کام کی تلاش میں نکلی تھی۔ اور کسے کیا خبر کہ کیا ہو جائے ..... صورت حال کی ناگزیر ہونے کے باوجود کیتو خالی ہاتھ گھر واپس آنے کا امکان باقی نہیں رکھنا چاہتا۔ حیرت کی کوئی بات نہیں تھی کہ دماغ اور جسم دونوں کو شراب کی ضرورت تھی۔ تھوڑا سا نشہ تھوڑی سی خود فراموشی.....

کیتو اپنے خیالوں میں گم تھا کہ اچانک بشال مہتو اسے مل گیا۔ 'میرے پاس تمہارے لئے کچھ کام ہے۔' اس نے کہا۔

'بابو، کیا یہ ووٹ سے متعلق ہے؟'

'نہیں، نہیں، میں اس بارے میں فکرمند نہیں ہوں۔ عوام کو اسے ہی منتخب کرنا پڑے گا جسے میں نامزد کروں۔ ہے نا؟'

'ہاں بابو۔'

'اچھا رام ہلدر نے تم سے کیا کہا؟'

'وہی جو آپ نے کہا تھا۔'

'تمہارا جواب کیا تھا؟'

'وہی جو میں نے آپ سے کہا تھا۔'

'یہ کس طرح کا جواب ہے؟'

'بابو میں محض ایک بیوقوف ہوں۔' کیتو نے کہا۔

'کوئی بات نہیں، ایک ایسا کام ہے میں چاہتا ہوں کہ تم کرو، کیا تم اس میں دلچسپی رکھتے ہو؟'

رام ہلدر اور بشال مہتو کا تعلق دو مختلف جماعتوں سے تھا۔ کیتو اور اس کے ساتھیوں کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی طرح کے تھے۔ جب یہ دونوں لوگ سامنے ہوں تو خود کو گونگا ظاہر کرنا چاہئے۔ اس علاقے میں اگر روزی کمانا ہے تو ان دونوں دیوتاؤں کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو پارٹی کے ان ممبروں سے انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ ہلدر اور مہتو بھی جانتے تھے کہ شابر ناگزیر ہیں کہ بہ ہر حال جیل جانے کا عالمی

Scanned by CamScanner

ریکارڈ ان کے نام تھا۔

اب بشال مہتو کیتو کے جذبۂ تجسس کو بیدار کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ الیکشن ہونے والے تھے۔ بشال بابو جلسوں میں شرکت کرنے اور تقریر کرنے میں مشغول تھے۔ اگر یہ کام دونوں سے متعلق نہیں ہے تو پھر اس کی نوعیت کیا ہے؟ جو کچھ بھی ہوگا یقیناً مشتبہ ہی ہوگا۔

'تمہیں ارجن کا درخت کاٹنا ہوگا۔' بشال نے کہا۔

'کیوں بابو؟' کیتو نے حیرت ظاہر کی۔

'بس وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔'

'دیا کیجئے بابو، میں ابھی جیل سے باہر آیا ہوں۔'

'اگر میں تمہیں وہاں واپس بھیجنا چاہوں تو کیا تم اسے روک سکتے ہو؟' بشال مہتو نے سوال کیا۔

'نہیں، بابو۔'

'یہ کام رام ہلدر کے معاہدوں کی طرح کا نہیں ہے۔ محض اس کی غیر قانونی سرگرمیوں کے باعث تمہیں جیل جانا پڑا تھا۔ اگر میں سرکاری سڑک کے چوراہے پر موجود درخت کو ہٹانے کا حکم دوں تو تمہیں کون گرفتار کرنے کی جرأت کرے گا۔'

کیتو کا دماغ ماؤف ہوگیا۔ اس نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا مگر یہ بالکل سچ تھا۔ رام ہلدر کے لئے کام کیا تو جلد ہی پکڑے گئے۔ اس کا مطلب پھر جیل جانا ہوتا ہے مگر بشال بابو کا حکم ہی قانون ہے۔ واقعتاً وہی حکومت چلاتے ہیں لہٰذا اگر سرکاری سڑک پر ان کی ہدایت کے تحت وہ سایہ دار درخت نہ رہے تو ہمیں کون جیل بھیجے گا؟

معاً کیتو کے ذہن میں ایک خیال کوندا۔ 'ووٹ پکے کرنے کے لئے اس بار کیا بابو آپ سڑک بنوا رہے ہیں؟'

'پکی سڑک یہاں، کیتو ضرور تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ ۳۰ سال سے ایسا نہیں ہوا ہے۔ اس بار بھی نہیں ہوگا۔ نہیں مجھے درخت کی ضرورت ہے۔'

'ایک توانا درخت؟'

'ہاں، ارجن کا پورا درخت۔'

Scanned by CamScanner

'آپ اسے لے کیسے جائیں گے؟'

'رام بابو کے ٹرک سے اور کس سے؟'

ایسا لگ رہا تھا کہ بالکل صاف آسمان، پاکیزہ ٹھنڈی ہوا اور سنتوشی ماں کے بھجنوں کی آوازیں بشال مہتو کو سچ بولنے کی ترغیب دے رہی تھیں۔ کیسٹ پلیرس سے بھجنوں کی تیز آوازیں آرہی تھیں۔

یہ ایک ایسی طلسماتی گھڑی تھی جب دن ختم ہو رہا تھا اور جھٹپٹا تاریکی کے آغوش میں سما چکا تھا۔ ہوا باندھی کے کھیتوں کے پکے ہوئے دھان کی خوشبو بکھیر رہی تھی لیکن کیتو اس سے غافل تھا۔ مہتو کی فرمائش نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا ہو۔ کچھ ایسا ہی چندر سنتال نے بھی محسوس کیا ہوگا جب 'فصل انقلاب' کے دوران گرا کر اس کے سینے پر نصف من کا باٹ رکھ دیا گیا تھا۔ وہ وزن..... دہشت انگیز.....

بشال مہتو اور رام ہلدر دو مختلف جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے مگر صرف نام کے لئے یہ لوگ دو الگ پارٹیوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ ایک پنچایت چلاتا تھا اور دوسرے کا لکڑی چیرنے کا کارخانہ تھا جو ضلع کی سرحدوں کے ٹھیک باہر تھا اگر ایک ارجن کو کوٹنے کا حکم دیتا تو دوسرا اسے لے جانے کا خوشی خوشی انتظام کرتا۔

ہائے، اس درخت کو نہیں بچایا جا سکے گا۔ عہدِ زمین داری کے باندھی جنگلوں کی یہ آخری نشانی تھی۔ اب بھی اس سے کیتو اور اس کے دوستوں کے ذہن میں ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

جب جنگل محض نام کے جنگل نہیں تھے تو شابر قبیلہ جنگلوں میں رہتا تھا وہ دن کب کے گزر چکے تھے کہ جب کسی اجنبی کی آواز یا اسے آتا ہوا دیکھ کر وہ خرگوشوں کی طرح گہرے اندھیرے کی طرف دوڑ جاتے تھے کیا اسی وجہ سے مردم شماری کے ریکارڈ میں ان کا اندراج کھیدیا شابر قبیلے کے طور پر کیا گیا تھا؟

قبیلے کے معمر لوگ اب بھی ارجن کے درخت کا احترام کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ الوہیت کا مظہر ہے۔ اب کیتو اس کی موت کا ذمہ دار ہوگا!

'ہاں بابو، میں اسے کاٹ دوں گا۔' کیتو شابر نے جواب دیا۔ اس نے دس روپے کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ یہ کس قدر حیرت انگیز شام تھی اسے وہی کچھ مل گیا جو اس نے مانگا تھا۔

'جاؤ، جا کر شراب پیو۔'' مہتو نے کہا۔ 'تم خود اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے ہو، لہذا جیل سے رہا ہونے والے

Scanned by CamScanner

سب افراد کو جمع کرو۔ میں تم سب کا خیال رکھوں گا۔'

رام ہلدر کا دھندا ایک دو درختوں سے ختم نہیں ہوتا۔ پہلے اس نے 'جنگل بچاؤ' کے پوسٹر لگائے اور پھر جنگلوں کو برباد کیا۔ کلہاڑی اٹھانے والے ہاتھوں کو نارنج، کلائی کی گھڑیاں، چمکتے ہوئے ریڈیو، کیسٹ پلیر، سائیکلیں اور بے اختیار مقدار میں شراب بہ طور انعام دی گئی۔ ہر شخص کو اس کی صلاحیت اور اہلیت کے اعتبار سے نوازا گیا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شابر قبیلے کے افراد کو، خواہ وہ مجرم ہوں یا بے گناہ، محکمہ جنگلات اور پولس کے ہاتھوں مسلسل ایذا رسانی برداشت کرنا پڑی۔

مہتو کی پیش کش بہت امید افزا تھی۔ اس کے سوا اور کون ایسی پرکشش پیش کش کر سکتا تھا۔

'بہت اچھا، میں اب قصبے میں جاتا ہوں۔ ایک جلسے کے لئے مجھے بہ ہر صورت کچھ پوسٹر چاہئیں۔ روئے زمین پر کون ایسا ہے جو دیواری پوسٹروں کے بغیر مہم چلا سکتا ہے؟'

'بابو میرے لئے بھی کچھ پوسٹر لینا۔'

'کیوں، کیا انہیں لگانے کے لئے تمہارے پاس کوئی دیوار ہے؟'

'نہیں، نہیں، بابو، میں سوتے وقت انہیں فرش پر بچھالوں گا اور تب میری ہڈیوں کو ٹھنڈک نہیں محسوس ہوگی۔'

'اچھا، اچھا، دیکھو تم دو، تین دن میں درخت کاٹ دینا، میں واپسی پر اسے ہٹوا دوں گا۔'

'ارجن کا درخت بابو؟'

'ہاں، ہاں، وہی۔ یقیناً اس کا کٹنا ایک مہاپاترا یعنی ایک پاکیزہ وجود کی موت ہوگی۔'

ٹوپی سے چہرہ ڈھکے اور سوئیٹر پہنے ہوئے مہتو بڑبڑاتا ہوا کہر آلود اندھیرے میں روپوش ہوگیا۔

کیتو گہری سوچ میں پڑ گیا۔ وہ اپنے دوستوں بنامالی، ڈگا اور پیتامبر کی تلاش میں نکلا کہ شاید وہ اس مسئلے کو حل کر سکیں۔

انہوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا کہ اس کے پاس شراب تھی۔ یہ سب کلہاڑیاں چلاتے تھے اور یہ لوگ ابھی جیل سے باہر آئے تھے۔ جو بھی کلہاڑی چلاتا، اسے جیل جانا ہوتا، یہ ملک کا قانون تھا۔ یہ اسی طرح تھا جس طرح سمجھا جاتا تھا کہ رام ہلدر پرولیا اور بانکورا میں عالی شان حویلیاں بنائے گا۔ یہی مقدر تھا لہٰذا وہ اشیا کا نظم بدلنے کے لئے کیا کر سکتے تھے۔

Scanned by CamScanner

'مجھے سوچنے دو۔' ڈگا نے کہا۔

ان میں ڈگا کا قدرے احترام کیا جاتا تھا کہ اس نے غیر رسمی تعلیم کے مرکز پر پورے چار دن گزارے تھے اور وہ حرف پہچاننے لگا تھا۔

شابر قبیلے کے چاروں لوگ شراب اور سوچ میں ڈوب گئے۔ تیوہاروں اور شادی بیاہ کے مواقع پر وہ لوگ ڈھول تاشے بجاتے ہوئے ارجن کے درخت کے پاس جمع ہوتے۔ اگر کوئی خاص خواہش پوری ہوجاتی تو قبائلی اپنے بالوں کی قربانی دیتے اور یہ بال خوش بختی کے لئے ارجن کے درخت کے نیچے دفن کئے جاتے تھے۔ کیا ڈگا کے باپ نے نہیں بتایا تھا کہ اس پیڑ میں دوا کے اجزا بھی ہیں۔

پیتامبر نشے میں چلایا۔' بادھنا جاگرن کے موقع پر گائے کے ناچ کے لئے یہاں سنتھالی قبائلی بھی آتے ہیں۔ کیسی ناخوش گوار صورت ہے، پیڑ کاٹو تو بھی جیل جاؤ شابر کیا کرے؟ باندھی کا یہ خوش حال گاؤں وہیں بسا ہوا ہے جہاں پہلے جنگل تھا لہذا اب یہ محکمۂ جنگلات کے تحت آتا ہے۔ لیکن کیا واقعتاً اس پر شابروں کا کوئی حق نہیں تھا۔

بہت دیر سوچنے کے بعد ڈگا نے کہا۔' صرف ہم ہی لوگ کیوں الزام اپنے اوپر لیں؟ صرف شابر ہی کیوں جھوٹے مقدمے میں پھنسائے جائیں؟ میں سب کو بتاتا ہوں بہ ہرحال وہ لوگ بھی ارجن کا احترام کرتے ہیں۔ تم لوگ کیا کہتے ہو؟'

کسے معلوم ہے کہ اس چوراہے پر ارجن کب سے کھڑا ہے ان برسوں میں کسی نے اس پر غور نہیں کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ پیڑ نامعلوم زمانے سے ہے اور یہ ہمیشہ رہے گا۔ لیکن اب بالکل اچانک یہ سب کے لئے بہت اہم ہوگیا ہے جیسے یہ ان کے وجود کی علامت ہو۔

محکمۂ جنگلات نہ صرف جنگلوں کی دیکھ بھال کرتا تھا بلکہ بنجر زمین کا بھی انتظام کرتا تھا۔ لہذا شابر کہاں جاتے۔ بس وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ مارے مارے پھرنے لگے۔ جہاں کہیں بھی انہیں جنگل کی زمین سرسبز نظر آتی وہ وہیں بس جاتے۔ اس کے بعد جنگل تیزی سے ختم ہونے لگے۔ بنجر زمین بھی فروخت کی جانے لگی۔ ایک بار پھر شابر بے گھر ہوگئے۔

ارجن کا درخت جب جوان تھا تو شابر شکار پر جانے سے پہلے یہاں آکر دعائیں مانگتے تھے۔ بلوغت کو پہنچ

Scanned by CamScanner

کر یہ درخت کتنا شاندار ہوگیا ہے۔ چمکدار چھال اور آسمان چھوتی ٹہنی رات میں چاندنی اور درخت بالکل ایک نظر آتے تھے۔ چیت اور بیساکھ میں اس کے پتے سایہ فراہم کرتے تھے۔ یہ درخت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ چوراہے پر ارجن درخت.....

کب سے ارجن ہماری حفاظت کر رہا ہے، پیتامبر نے پوچھا۔ 'یہ ایک درخت ہمارے لئے یعنی چند کنبوں کے لئے پورا جنگل ہے۔ اب مہتو یہی درخت چاہتا ہے؟'

'ہم کیا کر سکتے ہیں، ہر چیز بشال بابو اور رام بابو کی ہے۔'

'ہم لوگوں نے جب جھونپڑیاں نہیں بنائی تھیں، ہم اسی ارجن کے نیچے رہتے تھے۔ بعد میں مہتو نے جھونپڑیاں ڈالنے کے لئے زمین دی تھی۔' پیتامبر نے کہا۔

ڈگا نے لقمہ دیا۔ 'جب ہلدر نے سنتھالیوں کی جھونپڑیاں جلادی تھیں تو یہ لوگ خود کو ڈھارس بندھانے اور اپنا تحفظ کرنے کے لئے یہاں نہیں آئے تھے؟

سب ایک ایک کر کے ارجن سے متعلق کہانیاں یاد کرنے لگے۔ سب کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی زندگی اور قسمت ناگزیر طور پر ارجن سے وابستہ ہے۔ معاشرہ اور نظام نے روئے زمین پر بچے ہوئے مٹھی بھر قبائیلیوں کو مسلسل اذیتیں دی ہیں، ان کا استحصال کیا ہے اور ان کو تقریباً صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ اب یہی ارجن کے درخت کے مقدر میں لکھا تھا جو اس کے وجود کی آخری خاموش علامت ہے۔

'بشال بابو قصبہ جا رہے ہیں اور ان کے جانے سے پہلے ہم ان سے نقد رقم وصول کر لیں۔' ڈگا نے کہا۔

'پھر تم درخت کاٹو گے؟'

'اس کام کے لئے پانچ آدمی کافی ہوں گے۔ ہم سو روپے مانگیں؟ تمہارا کیا خیال ہے؟'

'تمہیں جیل جانا پڑ سکتا ہے؟'

مسلسل جیل جانے اور معاشرے کے ہاتھوں مستقل استحصال نے شابروں کو اپنے سچے جذبات اور ارادوں پر پردہ ڈالنا سکھا دیا تھا۔ دنیا کے مہتوؤں کے سامنے ایک چہرہ رہتا اور دوسرا ہمیشہ چھپا رہتا۔ انگریزوں کے دور میں شابر قبیلہ ہی ایسا تھا جس کو پولس تھانوں اور چوکیوں کو جلانے کی ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ آج بھی بابو ان پر اعتبار کرتے۔ اب بھی یہی شابر تھے جو زمینوں پر قبضہ کرنے، فصل چرانے، لاشوں کو ٹھکانے لگانے اور حکومت کے

Scanned by CamScanner

جنگلوں کو صاف کرنے جیسے اہم کام انجام دیتے تھے۔

لہذا ایسا بے وقوف کون ہوگا جو صرف ایک درخت کاٹنے کے لئے جیل جائے۔

ڈگا عیاری سے ہنسا۔ 'تم اس سلسلے میں پریشان نہ ہو۔' اس نے دوسروں سے کہا۔ بہ ہر حال وہ حرف آشنا تھا اور بہت سے دور دراز مثلاً جمشید پور، چائباسہ، مدنی پور اور بانکورا کے ضلع جیل میں رہ چکا تھا۔

بشال بابو کو یقین دلایا گیا کہ جب وہ واپس آئیں گے اس وقت تک یہ کام پورا کیا جا چکا ہوگا۔ آپ بے فکر ہو جایئے، انتخابی جلسے کیجئے۔ ہم کو پیسے دیجئے۔ جب آپ واپس آئیں گے تو آپ درخت کو وہاں نہیں پائیں گے۔

'اس بات کو یقینی بناؤ کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بھنک بھی رام ہلدر کو نہ لگے۔'

'کیوں کیا وہ آپ کو ٹرک نہیں دے رہا ہے؟'

'ہاں لیکن اس کے باوجود وہ بڑا ہنگامہ مچا سکتا ہے۔ لہذا تم اس بات کا خیال رکھو کہ ضلع کے باہر کسی شخص کو یہ خبر نہ ملے۔'

'اچھا، بابو۔'

ظاہری طور پر سیاست داں مختلف جھنڈے لہراتے ہیں مگر وہ اندرونی طور پر شیر و شکر ہوتے ہیں۔ جب کام کی بات ہوتی ہے تو ان میں مفادات کا کوئی تصادم نہیں ہوتا۔

'بشال بابو، آپ نے بے وقوف شاہروں کو بہت سے سبق سکھائے ہیں، وہ اسے غیر رسمی تعلیم کہتے ہیں۔'

عوامی جلسوں میں دو مخالف جماعتیں ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ ان کے ممبران یہ نہیں سمجھتے ہیں۔ گالیاں، چھوٹے موٹے جھگڑے اور کبھی کبھی قتل و غارت، یہ سب سیاسی نظام کا حصہ ہیں۔ ارجن کے درخت سے متعلق پیدا ہونا لازمی تھا مگر کتنے لوگ تھے جو واقعی رام ہلدر کی حمایت کرتے۔ پورے گاؤں پر بشال مہتو کا سکہ چلتا تھا۔

بشال بابو نے سوچا کہ قصبہ جانا واقعی باعث پریشانی ہے۔ راستے میں بازاروں اور عوامی ہالوں میں تقریر کرنا اور اجتماع میں شرکت کرنا ہوتا۔ قصبے میں بھی کتنے کام کرنے پڑتے۔ موپڈ کی لائٹ ٹھیک کرانا، ایک نئی لالٹین، بیوی کے لئے نئی شال اور کچھ دوائیں خریدنا!

اپنے سفر سے پوری طرح مطمئن بشال مہتو باندھی واپس آ رہے تھے۔ دونوں کا مسئلہ حل کیا جا چکا تھا۔ اے

Scanned by CamScanner

خدایا لوگ گاؤں میں کب تک ایک باقاعدہ سڑک بنائیں گے؟ نیتنگ ساہی؟ پکلنا؟ ندی نالے اور اس کے بعد بانس کا پل اس کے بعد غیر ہموار سڑکوں اور پھسلنے والی پگڈنڈیوں پر مشتمل اذیت ناک راستہ۔

گاؤں کے نزدیک پہنچتے ہی ان کو چکر آ گیا۔

گہرے نیلے آسمان کے عقب میں ارجن کا شاندار درخت سر اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ایک پہریدار کی طرح پہرے کی اونچی چوکی سے گاؤں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس زمین پر پتے والے سینکڑوں سنتری کھڑے رہتے تھے۔ ایک ایک کر کے یہ سب ختم ہو گئے، ان کا کوئی نشان بھی باقی نہیں بچا تھا۔ اب صرف ارجن باقی بچا تھا جو اس تباہ حال، نظر انداز اور ذلیل کیے گئے زمین کے اس ٹکڑے کی نگہبانی کر رہا تھا۔

لاشعوری طور پر بشال مہتو کے ذہن میں ایک پرانی کہاوت تازہ ہوگئی۔ 'ارجن کی پتیاں انسان کی زبان کی طرح ہیں۔'

ہر طرف سے ڈھول، تاشے اور نگاڑے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مشتعل بشال مہتو تیزی سے گاؤں کی طرف چلے۔ ارجن کے درخت کے پاس بہت بڑا مجمع تھا۔ اس کا تنا آکوندو کے ہاروں سے لدا ہوا تھا۔

ہلدر سائیکل پکڑے مجمع کے سرے پر کھڑا ہوا تھا۔

'کیا ہوا؟' مہتو نے پوچھا۔

'گرام دیوتا نے ان سے یہ سب کرایا ہے۔' ہلدر نے جواب دیا۔

'کیا کون حرامزادہ یہ کہہ رہا ہے؟'

ڈگا نے خواب دیکھا تھا ایسا لگتا ہے۔ تم نے اسے خواب میں پیسے دیئے اور تنے کے گرد پختہ ہالہ بنانے کی ہدایت دی۔ تمام قبائلی، سنتھال، گھیدیا، شوہش اور بھوج سب یہاں جمع ہو گئے ہیں اور چڑھاوا چڑھا رہے ہیں۔

'گرام دیوتا کے لئے۔'

'ہاں بھیڑ تھی کہ رک نہیں رہی تھی۔ یہاں عملاً میلہ لگا ہوا ہے۔ ہم ان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے تھے۔ مگر انہوں نے ہم لوگوں کو بیوقوف بنا دیا، مہتو۔'

اپنی شکست کا پوری طرح اندازہ کرنے کے لئے بشال آگے بڑھا۔

'کتنا بڑا مجمع ہے۔ کیتو ڈھولک کی تھاپ پر دیوانوں کی طرح ناچ رہا ہے۔'

Scanned by CamScanner

بشال کو اچانک خوف کا احساس ہوا۔ اس پیڑ اور ان لوگوں سے وہ واقف تھا۔ وہ انہیں بہت اچھی طرح جانتا تھا لیکن آج یہ سب لوگ بے گانے لگ رہے تھے۔

خوف ایک نامعلوم خوف اس میں سرایت کر گیا۔

مختصر سوالات

1. افسانہ 'ارجن' کس زبان میں ہے اور کس کی ہے؟ مترجم کا نام لکھیے۔
2. افسانہ 'ارجن' کے کسی پانچ کرداروں کے نام بتایئے۔
3. افسانہ ارجن کا موضوع کیا ہے؟ پانچ جملے لکھیے۔

تفصیلی سوالات

1. افسانہ ارجن کا مرکزی خیال پیش کیجئے۔
2. رام ہلدر کے کردار کا جائزہ لیجئے۔
3. درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجئے۔

دانت کھٹے کرنا، ہتھیلی پر سرسوں جمانا، آنکھ دکھانا، آسمان سے تارے توڑنا، نو دو گیارہ ہونا

Scanned by CamScanner

ماخوذ

خالی صندوق

اتنا سویرے تو یہاں کوئی بیدار نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ بھی نہیں جو شمشان گھاٹ کے اردگرد آباد ہو گئے تھے۔ بس ترادوئی کی جھونپڑی کے سامنے ہیزی کے درخت سے بلبلوں کے چہکنے کی آواز آ رہی تھی اور شمشان گھاٹ سے جلے ہوئے مردوں کے جسم کی بدبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔

ترادوئی جیسے ہی اپنی جھونپڑی سے باہر آئی، اس نے دیکھا کہ شمشان گھاٹ پر لکڑی بیچنے والا ہیبر ہینری کے درخت کے نیچے کھڑا ہے۔ اس کی پتلی پتلی ٹانگیں اس کی کالی ہاف پینٹ سے جھانک رہی تھیں۔

ترادوئی اچانک اپنی جھونپڑی کے اندر چلی گئی اور اپنے آپ ہی کچھ بڑبڑانے لگی۔ 'اب کیا بچ گیا ہے اس بدن پر جو تم پھر چلے آئے ہو، مجھے امن چین سے کیوں نہیں رہنے دیتے؟

اسے ہیبر کے کچھ الفاظ اب بھی اچھی طرح یاد تھے، 'تمہارے اس شرابی کو جیل سے چھوٹ کر آنے میں بہت وقت لگے گا، وہ بھی اگر چھوٹ گیا تب، آخر اس نے ایک نہیں، دو آدمیوں کو کچل ڈالا تھا۔ اب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ شراب پی کر گاڑی چلا رہا تھا، میں یہاں ہوں نا! تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ہر طرح سے مدد کروں گا۔ بس رات کو اپنی جھونپڑی کا دروازہ کھلا رکھنا۔ تمہارے دونوں چھوٹے بچوں کو بھوک سے مرنے نہیں دوں گا۔'

تبھی سے اس امید میں کہ ترادوئی کا دروازہ اسے کھلا ملے گا، وہ پو پھٹنے سے پہلے ہی ہیزی کے درخت کے نیچے آ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ ترادوئی ایک بار پھر اپنی جھونپڑی سے باہر آئی اور چاروں طرف دیکھنے لگی لیکن ہیبر کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ شخص ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو چھپ کر اس کے یہاں پڑے ہوئے لکڑی کے صندوق کو دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ صندوق اسے شمشان گھاٹ کی غلاظت کے ملبہ سے ملا تھا۔ ترادوئی چاروں طرف غور سے دیکھتی رہی۔ کیا اب کوئی وہاں تانک جھانک کرنے والا نہیں ہے؟ یہ کس طرح کے لوگ ہیں جو بھوک سے بدحال کتوں کی طرح ایک دوسرے کو سونگھتے پھرتے ہیں! بے شرم حرامی! ان کا بس چلے تو کسی کے تن

Scanned by CamScanner

کے کپڑے بھی نوچ لے جائیں اور اسے ننگا کر دیں۔ بس ہر کسی کی نگاہ اس کی جھونپڑی میں پڑے ہوئے اس کالے صندوق پر تھی۔

ترادوئی جھونپڑی میں واپس آئی۔ اس کے دونوں بچے سو رہے تھے۔ ان کی پسلیاں کوئی بھی آسانی سے گن سکتا تھا۔ ان کے پاجامے ان کے جسم سے ایسے لٹک رہے تھے جیسے قصائی کی دکان میں بکرے کی کھال، لیکن وہاں ان کے نزدیک وہی کالا صندوق پڑا ہوا تھا جس کو دیکھ کر ترادوئی اپنے اندر ایک طاقت محسوس کرتی تھی۔

اس نے بڑے پیار سے صندوق پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس پر کھدے ہوئے ببول کے پھول پر اپنا گال رکھ دیا۔ پھر وہ کسی طرح صندوق کے اندر داخل ہوئی اور وہیں لیٹ گئی لیکن اس نے اس کا ڈھکن کھلا رکھا۔

عجیب! واقعی عجیب وغریب! اس میں لیٹ کر اسے ایک طلسمی سکون ملا۔ پھینکنے والوں نے تو اس میں سے مردہ جسم کو الگ کر کے اسے یوں ہی پھینک دیا تھا۔ جب اس نے شمشان گھاٹ سے اس صندوق کو اٹھایا تھا تو اس میں سے خون اور برف کے کچھ ٹکڑے نکالنے پڑے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں، وہ رونے لگی۔

ترادوئی پولس کی ایک بھاری گاڑی کی آواز سن کر چونک اٹھی۔ کتنا عجیب وغریب ہے یہ صندوق! کیسے اس بے جان صندوق سے اس کا وجود وابستہ ہو گیا تھا۔ گذشتہ رات اس نے اپنے پرانے کپڑوں کی گٹھری سے اپنی شادی والا بلاؤز نکالا تھا اور پہنا تھا۔ اس کے لباسوں میں بس یہ ہی ایک جوں کا توں بچا ہوا تھا۔ لیکن اب یہ ساز وسامان بیکار۔ اب تو لوگوں کی نگاہ میں وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی جو شمشان گھاٹ کے سہارے اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کو کھینچ رہی تھی۔

کیا کسی کی ابھی بھی اس پر ہوس کی نگاہ لگی ہوئی تھی؟

لوگ بھی حد کرتے ہیں۔ آج کل تو لوگ ہر کسی کو جھانکتے رہتے ہیں۔ ترادوئی صندوق میں آرام سے لیٹی اپنے خیالات کی دنیا میں تھی کہ اچانک کسی نے زور سے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ ترادوئی گھبرا کر جلدی سے صندوق سے باہر آئی۔ اس کے بھائی سومیشور کی آواز تھی۔ اس کا بھائی سومیشور پولس میں کام کرتا تھا۔

'ترادوئی! ترادوئی!'

جیسے ہی ترادوئی نے دروازہ کھولا، پولس کی وردی میں اس کا بھائی اندر داخل ہوا۔ 'مجھے ان دنوں وقت ملا ہی نہیں کہ دیکھوں تمہارا حال کیا ہے؟ آج میری ڈیوٹی ادھر لگی ہے۔'

Scanned by CamScanner

اچانک اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر اس کالے بڑے نقاشی والے صندوق کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے صندوق کو مس کیا، اس کا طواف کیا اور پھر اپنے رومال سے اپنی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو کے قطروں کو سمیٹنے لگا۔ پھر اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا، مجھے ایک گلاس پانی دو۔ دوگی؟

پانی پی کر سر جھکائے ہوئے بولا کہ چھوٹے کنور کی لاش اسی صندوق میں یہاں تک آئی تھی۔ ان کے گھر والوں کے ساتھ میں بھی یہاں تک آیا تھا۔ یہی وہ صندوق ہے، بالکل وہی۔'

پھر ترادوئی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا' ایسا مت سوچو کہ مجھے یاد نہیں کہ تم ان کے یہاں کام کرتی تھیں۔ تم نے چھوٹے کنور کے والد کی بیماری کے دوران کافی خدمت کی تھی۔ خون اور مواد کے کپڑوں کو دھوتی اور ان کے بستر کو روز تم صاف کرتی تھی۔'

'اور چھوٹے کنور! وہ تمہیں کتنا مانتے تھے۔ کیا اس وقت وہ تم سے شادی کرنے پر تلے ہوئے نہیں تھے۔ اس بات کو لے کر ٹھاکر خاندان میں کتنا ہنگامہ ہوا۔ اچانک ان کا تبادلہ آسام ہوگیا اور پھر یہ حادثہ!'

ترادوئی کے منہ سے اچانک نکلا۔' ان کی موت کیسے ہوئی؟'

'جیپ سے! کیا جسم تھا ان کا، خون سے لت پت برف کے ٹکڑوں پر اسی کالے صندوق میں ان کو رکھا گیا۔ ان کی لاش کو صندوق سے نکال کر چتا پر رکھنے میں مدد کیا تھا میں نے۔'

اچانک سومیشور تن کر کھڑا ہوگیا اور زور زور سے بولنے لگا،' ترادوئی، وہ دن چلے گئے جب صاحب لوگ مزدوروں کی بیٹیوں سے شادی کرتے تھے، چھوٹے کنور نے قسم کھائی تھی کہ وہ تم سے شادی کریں گے۔'

تم ابھی بھی ویسی ہی بیوقوف ہو جیسے پہلے تھی۔ تم نے چھوٹے کنور کو اپنا سب کچھ دے ڈالا تھا۔ میں پولس میں کام کرتا ہوں، میں نے سب کچھ سن رکھا تھا اور اب سارے ثبوت کے ساتھ آیا ہوں۔'

سومیشور نے اپنی جیب سے چند خطوط کا بنڈل نکال کر ترادوئی کے منہ پر پھینکا۔' لو اسے سنبھال کر رکھو، یہ چھوٹے کنور کی شادی کے کارڈ ہیں۔ تمہاری خاطر کیا وہ تمام عمر کنوارے رہتے؟ دراصل شادی کر کے لوٹ رہے تھے، تبھی یہ حادثہ ہوا۔ اب تم ان کی روح کی شانتی کے لئے دعا کرو۔'

سومیشور اپنی جیب سے کچھ سکے نکال کر بچوں کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے جدھر سے آیا تھا، لوٹ گیا۔

بھوکے بچے فوراً قریب کی دکان کی طرف لپک پڑے۔

Scanned by CamScanner

ترادوئی شادی کے کارڈوں کے ڈھیر کے پاس بت بنی سی کھڑی تھی۔ وہ کئی دنوں تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں آئی۔ اس کے بچے بھوک سے بے حال تھے اور بھیک مانگنے پر مجبور تھے۔

لیکن ابھی بھی وہ کالا صندوق اپنا خوفناک منہ کھولے وہاں پڑا ہوا تھا۔

ادھر ہیبر ہینری کے درخت کے نیچے کبھی ختم نہ ہونے والے انتظار میں کھڑا تھا۔

ایک صبح ترادوئی کے دونوں بچے اور ترادوئی نے جھونپڑی سے کھینچ کر اس کالے ناگ جیسے صندوق کو پھر واپس شمشان گھاٹ میں لے آئے۔ پھر اس نے اس میں آگ لگادی۔ جلے ہوئے صندوق کے کوئلے اور راکھ وہاں پوری طرح بکھرے پڑے تھے۔

ترادوئی دوسری صبح اپنی جھونپڑی سے باہر آئی۔ اس نے کسی بھی طرح کی چادر اپنے جسم پر اوڑھ نہیں رکھی تھی۔

ہیبر نام کا وہ آدمی جو ہمیشہ ہینری کے درخت کے نیچے کھڑا گھنٹوں اس کا انتظار کرتا تھا، وہ بھی اب وہاں نہیں تھا۔

مختصر سوالات

1. ترادوئی کہاں رہتی تھی؟
2. صبح سویرے پو پھٹنے کے قبل ہینری کے درخت کے نیچے روز کون آ کر کھڑا ہو جاتا تھا؟
3. شراب کے نشہ میں اپنی تیز رفتار گاڑی سے کس نے دو آدمیوں کو کچل ڈالا تھا؟
4. سیاہ رنگ کا خالی صندوق ترادوئی کو کہاں ملا تھا؟
5. اچانک رات میں ترادوئی کے دروازے پر کس نے ٹھوکر ماری؟
6. ترادوئی کے بھائی کا کیا نام تھا؟ اور وہ کیا کرتا تھا؟
7. چھوٹے کنور کا حادثہ کہاں اور کیسے ہوا؟
8. چھوٹے کنور کی لاش کو شمشان گھاٹ میں کس چیز میں لایا گیا؟
9. ترادوئی کے بچوں کو کس نے کچھ سکے دیئے؟

Scanned by CamScanner

10. ترادوئی کے منہ پر اس کے بھائی نے کیا پھینکا؟

تفصیلی سوالات

1. لکڑی بیچنے والا ہیبر روز صبح سویرے ترادوئی کی جھونپڑی کے سامنے ہیبری کے درخت کے نیچے آ کر کیوں کھڑا ہو جاتا تھا؟
2. سیاہ رنگ کے خالی صندوق سے ترادوئی کو کیوں وابستگی تھی؟
3. ترادوئی کا بھائی چھوٹے کنور کی شادی کا کارڈ ترادوئی کے منہ پر پھینک کر کیا بتانا چاہتا تھا؟
4. خالی صندوق کو ترادوئی اور اس کے بچوں نے کیوں جلا کر راکھ کر دیا؟

Scanned by CamScanner

میتھلی کہانی: ہری موہن جھا ماخوذ

انگریز بابو

مدھوکانت بابو نے جب کالج میں داخلہ لیا تو خواہش ہوئی کہ وہ سوٹ بنوائیں جب سوٹ بن کر تیار ہوا تو انہیں شوق ہوا کہ وہ اسے پہن کر سسرال جائیں۔ ہولی کے چار دن پہلے جب ڈاکیہ نے ان کو ایک لفافہ دیا تو انہیں یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی کہ اب سسرال جانے کا موقع آ گیا ہے وہ کمرے کو بند کر اچھلتے اور تڑپتے دل سے اپنے دیوتا کو یاد کرنے لگے اس خوبصورت خط میں لکھا تھا: 'ہولی میں ضرور آئیں۔ نڈوآروالا کے آنے کی بھی خبر ہے اگر آپ نہیں آئیں گے تو رنگ میں بھنگ ہو جائے گا۔'

خط پڑھنے کے بعد مدھوکانت بابو نے فوراً ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ سے مل کر ایک درخواست سونپی کہ ان کی ماں بسترِ مرگ پر ہے اس لئے وہ آئندہ سات دنوں تک ہاسٹل میں رہنے سے معذور ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک دوست سے بیس روپے قرض لئے کہ ماں بیمار ہے، اس کے لئے گلوکوز، بدانہ اور ہارلکس لے کر مجھے گاؤں جانا ہے۔ روپے لے کر مدھوکانت بابو سیدھا نیو مارکٹ گئے اور وہاں انہوں نے اسنو، کریم، پاؤڈر، آبِ گلاب، کُم کُم اور پچکاری بھی خریدی تبھی انہیں کپڑے کا خیال آیا دوڑے ہوئے فینسی اسٹور گئے۔ وہاں انہوں نے ساڑی اور بریسری پسند کیا۔ قیمت بھلے ہی ان کی پینتالیس روپے تھی۔ لیکن یہ روپے کہاں سے آئیں گے؟ مدھوکانت کے پاس اب پیسے نہیں تھے۔ وہ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ جیچھ لال داس کے کمرہ میں گئے اور نہایت غم زدہ شکل بنا کر تنہائی میں بولے، 'داس جی ایک انتہائی ضروری کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔'

داس جی میس کے منیجر تھے۔ کس سے کتنا وصول کیا اور کس کے پاس کتنا باقی ہے، جیسے جوڑ گھٹاؤ میں الجھے تھے۔ بولے، 'کون کام ہے؟ آپ کے نام تو کچھ بقایا بھی ہے۔'

مدھوکانت بولے، 'ہمارے گاؤں سے ایک چٹھی آئی ہے۔ کچہری میں چھیالیس روپے پندرہ آنہ داخل کرنا ضروری ہے ہمارا منی آرڈر کل تک آجائے گا ابھی آپ میس کے اکاؤنٹ سے ہمارا کام چلا دیں۔ منی آرڈر آتے ہی

Scanned by CamScanner

پچھلا بقایا بھی چکا دیں گے۔'

داس جی متفکر ہو کر بولے، 'میس کی مالی حالت تو بہت اچھی نہیں ہے اور آپ کو بھی سخت ضرورت آن پڑی ہے۔ روپیہ لے جایئے لیکن کل ہی میس کا حساب چکتا کرنا پڑے گا۔'

مدھو کانت نے روپیہ لے کر اپنے فرنچ کٹ مونچھ پر تاؤ پھیرتے ہوئے فینسی اسٹور کا راستہ پکڑا اور اپنی پسند کی ہوئی چیز خرید لی۔ لیکن جب خریدی گئی ساڑی اور دوسری چیزوں کو وہ بکس میں رکھنے لگے تو یکا یک انہوں نے سوچا کہ سسرال سے ملا ہوا سوٹ کیس سسرال لے جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ نرمدیشورس جھا کا لیدر والا سوٹ کیس مانگ کر لے جانا چاہئے۔

مدھو کانت بابو نے لیدر والا سوٹ کیس تو حاصل کر لیا لیکن اس کے اوپر این۔ جھا لکھا دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا۔ پھر من ہی من میں اس کا حل بھی انہوں نے ڈھونڈ لیا کہ 'ایم' اور 'این' میں معمولی فرق ہوتا ہے، اگر کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گے کہ 'ایم' کا آخری حصہ مٹ جانے سے ایسا ہو گیا ہے۔

اب فوراً ہی مدھو کانت بابو کا دھیان کلائی گھڑی کی طرف گیا۔ یہ گھڑی بھی تو سسرال ہی سے ملی تھی۔ انہوں نے سوچا، سب سے بہترین ڈیزائین کی گھڑی سریش کے پاس ہے۔ کیا وہ ایک آدھ دن کے لئے ہم سے ادلا بدلی نہیں کرے گا؟' مدھو کانت بابو کا یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

اب مدھو کانت بابو سوچنے لگے کہ اگر کسی کا گراموفون مل جاتا تو سسرال لے جاتے۔ 'ہائے ہائے! اگر ہولی کے موقع پر سسرال میں گراموفون نہیں تو سمجھو کچھ بھی نہیں۔'

مدھو کانت بابو دوڑے ہوئے برنداون بہاری کے گھر گئے اور کہا، 'ہمارے گاؤں پر کل ہی ہمارے بھتیجہ کی ..... تقریب ہے صرف دو دن کے لئے اپنا گراموفون دے دیجئے۔ میں بہ حفاظت اسے آپ کو واپس کر دوں گا۔'

برنداون بہاری نے جواب دیا، 'لے جایئے، لیکن اسے اپنے چارج میں رکھئے گا۔ ریکارڈس دیکھئے جو پسند ہو چھانٹ لیجئے۔'

'اندھا چاہے دو آنکھ' مدھو کانت بابو نے چن چن کر ایک سے ایک رسیلے ریکارڈس الگ کر لئے۔

اب مدھو کانت بابو سسرال جانے کے لئے پوری طرح سج دھج کر تیار تصوراتی دنیا میں کھو گئے۔ وہ سوچنے لگے، 'اس گراموفون کے چاروں طرف ہماری سسرال کی دوشیزائیں، خواتین، سالیاں، بڑی سالیاں اور بیوی کی

Scanned by CamScanner

سہیلیاں سب جمگھٹ لگائیں گی اور سبھی ہم سے لپٹیں گی تب نڈوآر والا کے پاس بھلا کون بیٹھے گا؟ اور کیا کیا سسرال لے جایا جائے کہ وہاں صرف میرا ہی رنگ جمے۔' انہوں نے سوچا کہ ہاتھ منہ دھونے کے لئے ایک صابن اور ایک ٹوتھ برش بھی لے لینا چاہئے۔ اس لئے کہ سسرال میں خادمہ جب داتون (مسواک) لے کر آئے گی تو ہم اسے ڈانٹ کر کہیں گے۔ 'یو سیلی گرل! (گنوار لڑکی) برش لاؤ۔'

اب ان کے ذہن میں خیال آیا کہ سسرال کے لئے سندیش (تحفہ) میں کیا کیا لیا جائے۔ ہم تو نڈوآر والا کی طرح دیہاتی نہیں ہیں جو کھیر، پوری، کیلا اور دہی وغیرہ لے کر جائیں گے۔ چھی چھی کیسے دیہاتی لوگ دنیا میں ہوتے ہیں۔ ہم تو یہاں سے ایسی ایسی انگریزی مٹھائی لے کر جائیں گے جو وہاں کبھی کسی نے دیکھا ہی نہیں ہوگا۔ جام، جیلی، چاکلیٹ وغیرہ۔

مدھوکانت بابو نے سسرال میں کھانے کے وقت ہاتھ کی بجائے چھری کانٹا استعمال کرنے کی بات بھی سوچی۔ اور چھری کانٹا خرید لیا۔ پھر سوچنے لگے کہ سسرال کی خواتین کی آنکھیں یہ سارے لوازمات دیکھ کر چمک اٹھیں گی۔ وہ رات کے وقت کوٹھری بند کر کے تمام چیزوں کو پھیلا کر اور دیکھ دیکھ کر خوش ہونے لگے۔ رنگ برنگ کے شیشیوں، ڈبوں اور پیکٹ سے کمرہ جگمگا رہا تھا متعدد قسم کی عطر کی شیشیاں گھر کو معطر کئے ہوئے تھیں۔

اب ایک بار پھر مدھوکانت بابو آنکھ بند کر کے تصوراتی اسکرین پر سسرال کو دیکھنے لگے۔ خوبصورت دوشیزائیں، چمیلی، انارکلی اور مالدہ والی سبھوں کی تصویریں نظروں کے سامنے ناچنے لگیں۔ ابھی وہ تصور میں کھوئے ہی تھے کہ اچانک چوکھٹ پہ دستک ہوئی۔ انہوں نے فوراً سامنے پڑے بریسری پر 'چمبرس ڈکشنری' رکھ کر کواڑ کھول دیا۔ سامنے سپرنٹنڈنٹ کھڑے تھے۔

سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا، 'یور مدر از سیریسلی ایل؟ وہاٹ ازشی سفرنگ فرام؟' (تمہاری ماں بیمار ہیں، ان کو کیا ہوا ہے)۔

مدھوکانت بولے، 'فرام اپنڈیسائیٹس سر۔' (ان کی آنت کے اندر زخم ہوگیا ہے)۔

سپرنٹنڈنٹ: 'دن یو آر لیونگ بائی دی مارننگ ٹرین۔' (تب تو تم صبح کی گاڑی سے جانا چاہتے ہو۔)

مدھوکانت: یس سر (جی ہاں)

سپرنٹنڈنٹ کے جانے کے بعد مدھوکانت بابو نے ایک بار پھر کواڑ بند کیا اور وہ اپنے سامان کو درست

Scanned by CamScanner

کرنے لگے۔ اس دوران وہ کھانا پانی بھی بھول گئے تھے۔ سامان ترتیب دینے کے بعد وہ دوبارہ تصوراتی پرواز کرنے لگے۔

'کچی کلی کی طرح بیوی' یاد آنے لگی۔ چندر کلا، پھول کی طرح، بڑی سالی، گلاب کے پھول کی طرح، سلیج تول کی مانند ودھ کری اور سورج مکھی کی طرح مالدہ والی۔ یکے بعد دیگرے سب ان کی نظروں کے سامنے گھومنے لگیں۔ وہ سوچنے لگے سسرال کیا ہے؟ ایک خوبصورت باغ! ایک بہت اونچا بڑا گملا! جس میں رنگ برنگ کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ جو من میں آئے توڑ لیں یا سونگھ کر چھوڑ دیں۔

اسی دوران مدھوکانت بابو کی سماعت سے فلمی گیت کی آوازیں ٹکرانے لگیں۔ ان کے تصور میں رنگین پرلگ گئے۔ ہم بھی سسرال پہنچ کر اسی طرح کے گیت بجائیں گے چاروں طرف سے چنچل لڑکیاں ہمیں گھیر لیں گی کوئی نرم و نازک انگلیوں سے گراموفون کی سوئی باہر نکالے گی۔ کوئی چوڑیاں کھنکھناتے ہوئے چابھی گھمائے گی۔ کوئی اپنے آنچل سے ریکارڈ پونچھ کر ہمارے ہاتھ میں دینے آئے گی اور ہم انگریزی گیت بجانے لگیں گے۔ تب لڑکیاں بولیں گی، 'ہم لوگ انگریزی گیت نہیں سمجھتے ہیں۔ ہندی گیت بجایئے۔ تو ہم شان سے کہیں گے کہ ہم ہندوستانی گیت پسند نہیں کرتے ہیں۔

مدھوکانت کا تصوراتی پرواز دراز کرتا گیا۔ وہ سوچنے لگے۔ ہنسی مذاق کے ماحول میں جب رات زیادہ گزر جائے گی تو نوہٹھ والی دور سے اپنی بیٹیوں سے کہے گی۔ 'رات بھر تم لوگ ہنسی مذاق میں ہی گزاروگی یا داماد بابو کو کچھ کھلاؤ گی پلاؤ گی بھی؟ صرف تم لوگوں کے دیکھنے سے ان کا پیٹ نہیں بھر جائے گا۔'

تبھی ودھ کری دائی دسترخوان بچھا کر کھانا سجانے لگے گی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس طرح تو ہم نہیں کھاتے۔ ہم لوگ تو ٹیبل پر کھاتے ہیں۔ پھر اچانک بجلی کے بلب کی طرح ریشمی طشتری میں مل پوا لے کر آئے گی۔ مالدہ والی بھی طشتری میں ملائی سجا کر پہنچے گی ہم تھوڑا مل پوا لے کر کہیں گے بس بس! اب خواہش نہیں ہے۔ تبھی ریشمی چھم چھم کرتی بولے گی۔ ایسے کیسے ہوگا؟ اتنا شرماتے کیوں ہیں؟ وہ زبردستی ہمارا ہاتھ پکڑ کر مل پوا کی طرف لے جائے گی۔ ہم تھوڑا چھو کر ہاتھ ہٹالیں گے۔ تب یکا یک آنچل کو سنبھالتی ہوئی مالدہ والی رس سے چھلکتا ہوا ملائی کا پیالہ آگے بڑھاتے ہوئے بولے گی آہا! ابھی تو ملائی باقی ہی ہے۔ وہ مل پوا اور رس ملائی کو ملا کر ہمیں اپنے ہاتھوں سے کھلانے لگے گی۔ واہ! کتنا مزہ آئے گا۔

Scanned by CamScanner

اب مدھوکانت بابو جذباتی انداز میں ہولی کے تصور میں گم ہوگئے۔ جب چنچل لڑکیاں ہولی کھیلنے آئیں گی تو انہیں ہم رنگ سے نہادیں گے۔ وہ آنکھ بند کر کے ہولی کی رنگ رلیوں میں مست ہوگئے۔ کئی طرح کی رنگین تصویریں ان کے تصور میں ابھرنے لگیں۔ انہیں سسرال میں چار راتیں گزارنی ہیں جن میں یہ سب کام انہیں کرنا ہے۔ کون سی چیز کہاں استعمال ہوگی۔ کس وقت میں کون سا کام اچھا رہے گا۔ یہ سارے منصوبے بناتے بناتے رات کا زیادہ تر حصہ گزر گیا۔

صبح علی الصبح مدھوکانت بابو نے شیو (داڑھی بنائی) کیا سوٹ پہن کر آدم قد آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر ہیٹ لگا کر ایک بار پھر کھو گئے۔ جب سسرال میں بچے ہمارے ٹوپ دیکھیں گے تو بھاگ جائیں گے۔ خواتین آپس میں ایک دوسرے کو متحیر ہو کر پوچھیں گی کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تب لڑکیاں جواب دیں گی۔ یہ پھول بابو کے داماد ہیں جو اونچے پوسٹ پر ہیں۔ اسی لئے ٹوپ لگائے ہوئے ہیں۔ نڈوآروالا پاگ پہن کر جائے گا اس کو کون پوچھے گا؟

اب مدھوکانت بابو صاحب بن کر اپنے تمام تر سامانوں کے ساتھ اسٹیشن کے لئے رکشہ پر بیٹھے اور وارڈ سرونٹ کو ایک گھڑا پانی لے کر آنے کو کہا۔ میس کے کوک کو ایک چھانچھ دہی لا کر دکھانے کو کہا۔ یہ سب شگون کر کے مدھوکانت سسرال کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ ۱۱ر بجے گھوگھر ڈیہا اسٹیشن پر اترے۔ یکّہ والے نے کہا کہ دو بجے تک ہم آپ کو سسرال پہنچادیں گے۔ یہ سن کر مدھوکانت بابو کو خوشی نہیں ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے سسرال نہیں جانا چاہئے۔ رات کی تاریکی میں سسرال پہنچنے پر ڈرامائی اثر پڑتا ہے۔ دن کی روشنی میں رومانس نہیں آتا۔ اور پھر یہ صاحب والا ڈریس! ٹک ٹک کرتے یکّہ پر بیٹھے دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے۔ یہ سوچ کر مدھوکانت بابو نے یکّہ بان کو ناشتہ کرایا اور نقد انعام کا لالچ دے کر دن بھر روکے رکھا۔ جب شام ہوئی تو رومانس سے بھرے سسرالی سفر کی تیاری شروع کردی۔

اب جب یکّہ بان یکّہ میں گراموفون لادنے لگا تو سوٹ کیس رکھنے کی جگہ نہیں بچی۔ جب سوٹ کیس لادا گیا تو بیٹھنے کی جگہ نہیں رہی۔ کسی طرح ایڈجسٹ کیا گیا۔ جب مدھوکانت بابو یکّہ پر بیٹھے تو چھ گھنٹے سے گرمایا ہوا گھوڑا اپنی کرامت دکھانے لگا۔ یکّہ بان کے تین بار آواز لگانے پر گھوڑا صرف ایک قدم آگے بڑھا اور جب دوسرا قدم آگے بڑھایا تو فوراً ہی چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ چابک لگانے پر جس طرف گڈھا دیکھا اسی طرف جانے کی

Scanned by CamScanner

کوشش کرنے لگا۔ نتیجتاً کوس بھر جاتے جاتے رات گزر گئی۔ مدھو کانت بابو نے سوچا کہ اگر یہ حال رہا تو سارا رومانس راستہ میں ہی دھرا رہ جائے گا۔

اب مدھو کانت بابو کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ لیکن گھوڑا کو کون سا سسرال جانے کی دلچسپی تھی وہ ایک شاہراہ پر جا کر اڑ گیا۔ مدھو کانت بابو نے یکہ بان کو کہا کہ لگاؤ چار کوڑے۔ کوڑے لگنے کے بعد گھوڑے نے دونوں پاؤں جھاڑنا شروع کیا۔ اب صاحب بہادر قوت برداشت کھو بیٹھے اور غضبناک ہو کر گھوڑے کو ایک بوٹ لگایا۔ بوٹ لگتے ہی گھوڑا یکہ لے کر الٹ گیا۔ صاحب بہادر آسمان سے زمین پر آ گئے۔ گھوڑا اپنا لگام توڑ کر سرپٹ بھاگ چلا۔ ادھر صاحب بہادر نیچے، اوپر گراموفون کے ریکارڈ کا ڈبہ، اس کے اوپر یکہ بان اور اس کے اوپر یکہ۔ یہ نقشہ دو تین منٹ تک بنا رہا۔

صاحب بہادر پر ایسی بجلی گری کہ آئرن کیا ہوا سوٹ خاک آلود۔ اس پر طرہ یہ کہ ریکارڈ چور چور ہو کر ان کے سارے منصوبے کو چکنا چور کر گئے۔

دو منٹ کے بعد یکہ بان باہر نکل کر پریشان صاحب بہادر کو بھی باہر نکالنے میں کامیاب ہوا۔ پچکے ہوئے لیدر سوٹ کیس کو کھول کر جب ٹارچ سے دیکھا گیا تو عنبر اور آبِ گلاب کی ملاوٹ نے کپڑوں کو رنگین کر دیا تھا۔ عطر کی شیشیاں ٹوٹ پھوٹ کر بریسری کو معطر کر رہی تھیں۔ صاف شفاف دھوتیوں پر شمپو اور سہاگ بندیوں نے مل کر دلچسپ نقاشی کر دی تھی۔

مدھو کانت بابو پر سکتہ طاری تھا۔ وہ بڑی حسرت سے ان ٹوٹی پھوٹی چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ جن چیزوں کو وہ اپنے ہاتھ سے استعمال کرنا چاہتے تھے وہ سب بھگوان نے خود ہی کر دیا تھا۔ اپنے بنائے ہوئے پروگرام کو وہ عملی شکل نہیں دے سکے۔

ادھر یکہ بان جھملی ساؤ نے اپنے ٹوٹے ہوئے یکہ کو دیکھتے ہوئے کہا، 'یکہ تو بیکار ہو گیا۔ ایک پہیہ بھی ٹوٹ گیا۔' یہ کہہ کر وہ اپنے بھاگے ہوئے گھوڑے کی تلاش میں نکل پڑا۔ اب صاحب بہادر کو آسمان پر تارے نظر آنے لگے فوراً ہی وہ یکہ بان کی طرف متوجہ ہو کر برس پڑے۔ 'ایڈیٹ ادھر کہاں جاتا ہے؟ تم نے ہمارا پانچ سو روپے کا نقصان کیا ہے۔ ہم تمہیں پکڑ کر تھانہ لے جائیں گے۔ تمہارے خلاف ڈیمیج سوٹ (ہرجانہ کیس) دائر کریں گے۔ جانتے نہیں تم کہ ہم کون ہیں؟'

Scanned by CamScanner

صاحب بہادر اسے کھینچے ہوئے لے چلے۔ یکہ بان بولا۔ 'ٹھیک ہے لے چلئے، ہم نے کیا جان بوجھ کر یکہ الٹایا ہے۔ آپ نے ہی تو جوتا کا ایڑا مارا تھا، ہماری تو پونجی بھی چوپٹ ہوگئی۔'

صاحب بہادر نے دہاڑتے ہوئے یکہ بان سے گراموفون اور سوٹ کیس اٹھا کر لے چلنے کو کہا۔

اب یکہ بان بھی اڑ گیا۔ بولا۔ 'ہم قلی نہیں ہیں جو سامان ڈھوئیں گے۔'

صاحب بہادر نے اسے 'ڈیم فل' کہتے ہوئے ایک بوٹ لگایا۔ اب یکہ بان کو بھی تاڑی کا نشہ زور مارنے لگا۔ اس نے بھی لپک کر صاحب بہادر کا ٹائی سمیت گردن پکڑ لی۔ صاحب بہادر نے یکہ بان کی طاقت محسوس کر کے شور مچانا مناسب نہیں سمجھا۔ آس پاس میں کوئی گاؤں بھی نہ تھا۔ نشہ میں دھت یکہ بان نے صاحب بہادر کو اس طرح دھکیلا کہ وہ چت گر پڑے۔ ان کے ٹوپ، چشمہ اور منگنی کی ہوئی گھڑی چور چور ہوگئی۔ یکہ بان وہاں سے کسی طرح فرار ہوگیا۔

جب صاحب بہادر کو ہوش آیا تو انہوں نے سوچا کہ اب سسرال کس طرح جائیں؟ سبھی چیزیں تو برباد ہوگئیں۔ وہ سوچنے لگے۔ سسرال کی دہلیز پر پہنچ کر ہمارے خواب کس طرح چکنا چور ہوگئے۔ جو سر چمیلی کے نرم و نازک ہاتھوں سے لمس کرتا وہ سر جھمیلی ساؤ کے سخت ہاتھوں کی نذر ہوگیا۔ ہاں، ان کے لئے ایک بات قابل اطمینان یہ تھی کہ اس حادثہ کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اگر کوئی سسرال کا آدمی اس حالت میں دیکھ لیتا تو وہ کیا منہ دکھاتے؟ تب تو شرم سے مرجانا بہتر ہوتا۔ یہ سب سوچ کر وہ سہم اٹھے۔

یکا یک رات کے سناٹے میں کچھ دوری سے انہیں ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز نڈو آروالا کی تھی۔ مدھوکانت بابو کو کچھ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ فوراً انہوں نے ٹوٹے ہوئے اپنے انگریزی ٹوپ کو اٹھایا اور لنگڑاتے ہوئے قریب سڑک کے کنارے رہر کے کھیت میں جا چھپے۔

جب نڈو آروالا موقع پر پہنچا تو سڑک پر منتشر سامان اور ٹوٹے ہوئے گراموفون دیکھ کر رک گیا۔ ساتھ چل رہے بھریا کی طرف مخاطب ہوا۔ 'یہاں تو کوئی نہیں ہے پھر یہ سامان کس کا ہے؟ ذرا آواز لگاؤ!'

بھریا کے آواز لگانے پر کوئی جواب نہیں ملا۔ نڈو آروالا نے آگے بڑھ کر بھریا سے کہا۔ 'ایک سوٹ کیس بھی دیکھ رہا ہوں۔ شاید اس کا مالک ندی کی طرف گیا ہو۔ ہمیں تھوڑی دیر یہاں رک کر دیکھ لینا چاہئے۔'

لیکن کوئی نہیں آیا۔

Scanned by CamScanner

بھریا نے خوفزدہ ہوکر کانپتے ہوئے کہا، 'سرکار! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اس ویرانے میں دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ یہ سامنے والی گاچھی ہے جہاں بھوت پریت کا بسیرا ہے۔ یہ اسی کی کارروائی ہے۔ اب تو ہم لوگوں کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔'

نڈوآروالا نے بھریا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ 'ارے یہ بھوت پریت کیا ہوتا ہے؟ کوئی یکہ اس راستے سے ابھی گزرا ہے۔ دیکھو اس کے پہیے کا نشان! شاید اسی سے یہ سامان نیچے گر گیا ہے۔ ہمارے ہم زلف بھی تو آنے والے تھے۔ ممکن ہے، یہ سامان انہیں کا ہو' یہ کہہ کر وہ سوٹ کے پاس گیا ادھر ارہر کے کھیت میں چھپے مدھوکانت بابو کا دل دھک دھک کر کانپنے لگا۔

سوٹ کیس دیکھ کر نڈر آروالا نے کہا۔ 'نہیں! یہ سامان ان کا نہیں ہے۔ سوٹ کیس پر 'این۔ جھا' لکھا ہوا ہے۔ ان کا نام تو مدھوکانت ہے۔'

مدھوکانت نے یہ سن کر چین کی سانس لی۔ لیکن نڈر آروالا نے اپنی جانچ جاری رکھی۔

'یہ کسی چور کا کام ہوسکتا ہے جو ہم لوگوں کی آہٹ پر فرار ہوگیا ہے۔ لیکن اتنی جلدی جائے گا کہاں؟ کہیں اسی ارہر کے کھیت میں تو نہیں چھپا ہے؟' نڈر آروالا نے بھریا سے کہا۔

یہ سن کر مدھوکانت بابو ارہر کے کھیت میں مزید دوری بناتے ہوئے اس کے گھنے حصہ میں جا چھپے۔

ادھر نڈر آروالا نے جب سوٹ کیس کھول کر دیکھا تو عطر کی شیشیوں کے ٹوٹے پڑے ڈبوں سے ان کا دماغ باغ باغ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کسی کے ہوں لیکن اب یہ لاوارث ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے زور سے آواز لگائی۔ 'جس کا سامان ہے وہ لے جائے ورنہ وہ اسے گھر لے جائیں گے۔'

اب انہوں نے جھریا سے چنگیرا کے نیچے سوٹ کیس اور دہی کے مٹکا کے نیچے گراموفون رکھنے کو کہا۔ 'جب یہ سب چیزیں بھگوان نے دی ہیں تو کیوں چھوڑ دی جائیں۔'

بھریا نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اس نے سبھی سامانوں کو اپنی سواری پر رکھا اور مدھوکانت بابو کے سینے پر سانپ لوٹتا ہوا چھوڑ کر چل دیا۔ مدھوکانت بے بسی کے ساتھ اپنے اسباب کو لٹتا ہوا دیکھتے رہے۔ رات کی تاریکی میں ارہر کے کھیت میں پڑے وہ سوچ رہے تھے۔ ہائے قسمت! مشکل سے جمع کیے گئے ان کے سامان جن کے سہارے سسرال میں انہیں اپنی انگریزی شان بگھارنا تھا۔ کس طرح وہ دوسرے کے ہاتھ لگ گئے! وہ بھی ان کے حریف

Scanned by CamScanner

کے ہاتھ!!

مختصر سوالات

1. مدھوکانت کے کردار پر مختصراً روشنی ڈالیے۔
2. گنپت لال داس کون تھے۔ وضاحت کیجیے۔
3. درج ذیل الفاظ سے جملے بنائیے:

چٹھی، بستر مرگ، سسرال، یکہ بان، قوت برداشت، حریف

تفصیلی سوالات

1. میتھلی افسانہ نگاری سے اپنی واقفیت ظاہر کیجیے۔
2. افسانہ 'انگریزیا بابو' کا مرکزی خیال پیش کیجیے۔
3. مدھوکانت بابو کے کردار سے کیا سبق ملتا ہے؟

Scanned by CamScanner

پنجابی نظم : امریتا پریتم

وارث شاہ سے

آج وارث شاہ سے کہتی ہوں
اپنی قبر سے بولو!
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

اے دردمندوں کے دوست
پنجاب کی حالت دیکھو
چوپال لاشوں سے اٹا پڑا ہے
چناب لہو سے بھر گیا ہے

اس زرخیز دھرتی سے
زہر پھوٹ نکلا ہے
دیکھو سرحی کہاں تک آ پہنچی
اور قہر کہاں تک آ گیا

جہاں پیار کے نغمے گونجتے تھے
وہ بانسری جانے کہاں کھو گئی
اور رانجھے کے سب بھائی
بانسری بجانا بھول گئے

وارث شاہ! میں تم سے کہتی ہوں

Scanned by CamScanner

اپنی قبر سے اٹھو
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

ہر گلے سے گیت ٹوٹ گیا
ہر چرخے کا دھاگا ٹوٹ گیا
سہیلیاں ایک دوسرے سے بچھڑ گئیں
چرخوں کی محفل ویران ہو گئیں

وارث شاہ! میں تم سے کہتی ہوں
اپنی قبر سے اٹھو
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

مختصر سوالات

1. زیرِ نصاب نظم کے آخری بند کو زبانی لکھیے۔
2. شاعرہ نے وارث شاہ کو کیوں یاد کیا؟
3. پنجاب کی پانچ ندیوں کے نام لکھیے۔

طویل سوالات

1. وطنی شاعری پر ایک مضمون لکھیے۔
2. زیرِ نصاب نظم وارث شاہ کا خلاصہ لکھیے۔
3. تقسیم ہند کے موقع پر سرزمین پنجاب میں کشت وخون کا جو بازار گرم رہا، اس کا مختصر خاکہ پیش کیجیے۔
4. شاعرہ اس نظم کے ذریعہ درویش وارث شاہ سے کیا چاہتی ہیں؟

Scanned by CamScanner

مراٹھی نظم : ارون کولہٹکر

مترجم: صادق

دیئے

کہیں سے کچھ سڑنے کی بو آ رہی تھی
اور میں جیب سے رومال نکالنے والا تھا
کہ میری چھوٹی انگلی نیچے گر گئی
اسے میں نے دوسرے ہاتھ سے اٹھالیا
تو ناک ہی نکل کے آ گئی رومال کے ساتھ
جسے رومال میں لپیٹ کر
میں نے جیب میں ڈال لیا

پھر بھی کہیں سے کچھ سڑنے کی بو آ رہی تھی
اس لئے میں نے جیب ہی جیب میں ناک سکوڑی
اور دیکھنے ہی والا تھا کہ
چھوٹی انگلی میں کیڑے تو نہیں پڑ گئے
اسی وقت دیئے بجھ گئے

Scanned by CamScanner

مختصر سوالات

1. زیر نصاب مراٹھی نظم کا ترجمہ کس نے کیا اور کس عنوان سے کیا؟
2. نظم 'دیئے' سے چار مصرعے اپنی یاد سے لکھئے۔
3. ترجمہ نگاری پر پانچ جملے لکھئے۔
4. مراٹھی شاعری کا تعلق کس صوبہ سے ہے۔ یہ صوبہ ہندوستان کے کس حصہ میں ہے؟

طویل سوالات

1. نظم 'دیئے' کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھئے۔
2. زیر نصاب نظم 'دیئے' کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

Scanned by CamScanner

اڑیا نظم : سیتا کانت مہاپاترا

بارش کی ایک صبح

دیکھو پھر برسات کا موسم آیا ہے
مینہ برسے گا اب تو ایک پل رکے بغیر
گونج اٹھا ہے ابر سیہ کا بگل، تو صبح
تنہا دوشیزہ کی طرح لرزتی ہے
بار بار کے ابر گریاں کے نازک
لمس سے میرے دروازے پر ننگی ہوئی
نام کی تختی سے مٹ جاتے ہیں کچھ حرف
ایک بچہ بارش میں سرتاپا
اپنے مکتب کو تنہا ہی جاتا ہے
بند ہیں گاؤں کے در اور دریچے یوں
جیسے اس میں کبھی کوئی چھپّر ہی نہ تھا
گویا بارش کی یورش سے گھبرا کر
بھاگ چکے ہیں اس گاؤں کے سارے لوگ
اور بادلوں کی ملہار کی بھٹی سے
گونج رہی ہے رعد کی گرج ہواؤں میں
کون لوگ سوئے ہیں ان کاشانوں میں
بے پرواماں باپ، آسودہ خاطر وقت؟

Scanned by CamScanner

یا پھر گاڑھی سیاہ موت کا مبہم خوف؟
ابر سیہ کو چاؤ سے تکتے مور کی طرح
موت اور بچے کے دل ہیں شائق بے تاب
بچے کی گرمی کی چھٹی ختم ہوئی
اور یہ سمجھ لینے کی ساعت آ پہنچی
کہ اس دنیا کی ہر لذت فانی ہے
برکھا کی رت آئی ہے اور موت ابھی
بھٹک رہی ہے پردیشوں میں چھٹی پر
گویا زیست کو چین نہیں ہے، بے تاب ہے وہ
بارش کے ملہار میں گم ہو جانے کو
بارش کی ساعت میں در آتے ہیں
راہ گم کردہ تتلیوں کی طرح خواب

مختصر سوالات

1. اڑیا شاعری کے بارے میں اپنی مختصر معلومات ظاہر کیجئے۔
2. ترجمہ کے فن سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے۔
3. اس نظم کا شاعر کون ہے اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

طویل سوالات

1. اڑیا شاعری کی خاصیت اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمہ پر اظہار خیال کیجئے۔
2. نظم 'بارش کی ایک صبح' کا خلاصہ لکھئے۔
3. مترادف الفاظ لکھئے:

رنج، عیش، خوش، حکمت، دولت

Scanned by CamScanner

تیلگو نظم : شیشندر شرما

انسان

دکھ کا ایک سورج ڈھلتا ہے
اور دوسرا ابھرتا ہے
بے چینی کے شعلوں کو بھڑکاتا ہے
سحر چہرے بدل بدل کر لوٹتی ہے
اشجار زندگی جو کل تک شبنم برساتے تھے
آج ان کے پھول شعلے اور تلوار بن گئے ہیں
کہساروں میں
ندیوں کے بھنوروں کی آوازیں بھی منجمد ہوگئی ہیں
زندہ اور مردہ مچھلیاں بے حس خوابوں کی موجوں میں بہتی رہتی ہیں
رات جو کل تک چیخ رہی تھی
کہرے کے بنے ہوئے مہین پردوں کے پیچھے
اور یاسمین کی سانسوں پر
لیکن آج چاند کی شعاعوں پر سوار ہو کر
بھوک کے وسیع کھیتوں پر سے گذرتی ہے
غیب کا ہاتھ
جس نے فطرت کے چہرے پر بہاروں کے نقوش بنائے
اب تلواروں کے گیت دہانِ زخم میں بھر رہا ہے

Scanned by CamScanner

میخانہ گیتی میں حوران ظلمت اور مقدر کی پریوں کے سنگ
بیٹھتا ہوں
اور تنہائیوں کی خاموش ندیوں میں بہتا رہتا ہوں
یاد کے دریچوں میں جب جھانکتا ہوں
بیتے زخمی دن شہنشاہ کی مانند سجے سجائے
جنہیں لہولہان تاجپوشی عطا ہوتی ہے
کیوں ہر درد میرے سینے میں پناہ تلاش کرتا ہے
راہ گذر حیات پر
غم و مسرت میں کوئی فرق نہیں
جس نے موت سے سمجھوتہ کرلیا ہو
وہ کسی عفریت سے کیوں ڈرے
اس کے لئے یہ سب کچھ
ایک کھیل ہے
جوں جوں زندگی کے نقوش پا پر چلتا ہوں
میں خود کو وقت کی مضبوط گرفت میں
پابہ زنجیر پاتا ہوں
تباہی آنکھوں دیکھی تاریخ کے اوراق میں در آتی ہے
جہاں، انسان انسانیت کا خون کرتا ہے
زہر رگوں میں دوڑ رہا ہے
میں یہ بوجھ شانوں پر سہار کر
جب چٹان پر چڑھتا ہوں

Scanned by CamScanner

تو یہ وزن قدموں کی رکاوٹ بن جاتا ہے
اور منزل پر پہنچ کر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں
اس ستارہ صبح کی جانب
جو ابھی تک نہیں ابھرا ہے

مختصر سوالات

1. تگو شاعری کے متعلق اپنی مختصر معلومات ظاہر کیجئے۔
2. شاملِ نصاب نظم 'انسان' میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے۔ مختصراً بیان کیجئے۔
3. نظم 'انسان' کے شاعر کون ہیں اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

طویل سوالات

1. تگو شاعری کے آغاز و ارتقا کے بارے میں ایک مفصل مضمون لکھئے۔
2. شاملِ نصاب نظم 'انسان' کا خلاصہ تحریر کیجئے۔
3. درج ذیل مصرعوں کا مفہوم واضح کیجئے:

دکھ کا ایک سورج ڈھلتا ہے
اور دوسرا ابھرتا ہے
بے چینی کے شعلوں کو بھڑکاتا ہے

Scanned by CamScanner